



جَامِعَةُ التَّقْوَى لِلَّهِ  
کاترجمان

# دَارُ التَّقْوَى



ذی الحجه ۱۴۳۳ھ/ جولائی 2022ء

- ❖ قربانی کا حصول کا ذریعہ
- ❖ احکام اہلی اور حقوق انسانی کا جامع منشور
- ❖ اجتماعی قربانی میں ہونے والی غلطیاں
- ❖ مدارس کے طلباء و طالبات کی خدمت میں
- ❖ حج کے بعد زندگی کیسے گزاریں؟

دَلَالُ التَّقْوَىٰ

علماء  
کی زینگرانی  
فسریضہ  
کی ادائیگی

برائے شمالی علاقہ جات

گائے فی حصہ - / 10,000  
(گوش مسحقوں کے لیے)

اکاؤنٹ ناٹھل: محمد عاقب شہزاد  
میرزاں بینک

02370104684083

برائے رابطہ 0321-4454447

اکاؤنٹ میں رقم جمع کرو کر مندرجہ بالا نمبر پر  
رسید ارسل فرمائیں

قربانی سے بچ جانے والی رقم کسی دینی و رفایی  
کام پر خرچ کی جائے گی

جَمِيعَتُكَ إِلَيْهِ تَقَوَىٰ

کے زیر اہتمام  
التقوی اجتماعی

قربانی

میں حصہ ڈالیں



برائے لاہور

بکرا (گوش مسحقوں)  
30000/-

گائے فی حصہ  
18000/-

اکاؤنٹ ناٹھل: افتخار احمد

اکاؤنٹ نمبر: 02370104685027

میزان بینک اسلام پورہ برائے



Meezan Bank

اکاؤنٹ میں رقم جمع کروانے کی صورت میں 03336826891 پر رسید و اُس ایپ فوری میں

مرکزی دفتر: جامع مسجد الہلال، چوہارجی پارک، لاہور 0326-4331535/0333224-0322-2333224

ترجمان جامعہ دارالتقویٰ لاہور

# ماہنامہ دارالتقویٰ لاہور

حضرت اقدس و اکرم مفتی عبدالواحد صاحب حفظہ اللہ علیہ

بدعا

شمارہ 12

ذوالحجہ ۱۴۳۳ھ / جولائی 2022ء

جلد 11

## مجالس مشاورت

- حضرت مولانا ناثان صاحب
- حضرت مولانا ناصر شرید صاحب
- حضرت مولانا جبیل الرحمن صاحب

## مجالس ادارت

- مفتی محمد اسماعیل صاحب
- مولانا ذوالکفل صاحب

حضرت مولانا یوسف خان صاحب مظلہ

نیپر سرپرستی

حضرت مولانا اویس احمد صاحب مظلہ

مدیر

مولانا عبدالودود ربانی صاحب

مدیر مسئول

Email Address

Monthlydarultaqwa@gmail.com

اس دائرے میں سرخ نشان  
مدت خریداری کے ختم ہونے کی ملامت ہے

فی شمارہ: 50 روپے  
سالانہ بدل خرچ: 600 روپے

مطبع: شرکت پرنٹنگ پریس

## خط و کتابت کا پتہ

دفتر ماہنامہ دارالتقویٰ جامع مسجد الہمال چوبری چوبری پارک لاہور

فون نمبر: 0304-4167581 04235967905  
سالانہ رسالے کے اجراء کے لیے مذکورہ پتہ پر مفتی آرڈر کریں

## مقام اشاعت

جامع مسجد الہمال  
چوبری چوبری پارک لاہور

بینک اکاؤنٹ نمبر

1591001820660001

ٹائلش اکاؤنٹ دارالتقویٰ ٹرست  
ایم آئی بی (مسلم کمرش بینک)

# ماہنامہ دارالتقویٰ لاہور

## فہرست

جولائی 2022ء

حرف اولیں

5 بھارت: احتجاج کرنے والے مسلم مظاہرین کے گھر مسماں مولانا عبدالودود ربانی صاحب

درس قرآن

10 مولانا عاشق الہی بلند شہری قربانی حصول تقویٰ کا ذریعہ

مقالات مضایم

14 انتخاب: سفیان علی فاروقی حج کے بعد زندگی کیسے گزاریں؟

17 ڈاکٹر مفتی محمد شیمیم احکام الہی اور حقوق نسوان کا جامع منشور

31 مفتی شکیل منصور القاسمی کم سنی میں حضرۃ عائشہ کا نکاح

39 مولانا محمد معاذ اشرف اجتماعی قربانی میں ہونے والی غلطیاں

55 مولانا محمد جہان یعقوب مدارس کے طلباء و طالبات کی خدمت میں

62 دارالافتقاء والارشاد آپ کے مسائل کا حل

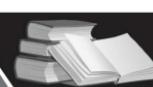
## حرف او لیں

# بھارت: گستاخانہ بیانات کے خلاف احتجاج کرنے والے مسلم منظہ ہرین کے گھر مسماں

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

بھارت میں برس اقتدار انہا پسند ہندو جماعت بی جے پی کی ترجمان کے گستاخانہ بیان کیخلاف بھارتی مسلمانوں کی طرف سے شدید احتجاج کے بعد انڈیا کو پاکستان، قطر، عمان، کویت، مصر، اور طالبان کی طرف سے شدید سفارتی دباو کا سامنا ہے، پاکستان سمیت عالم اسلام میں شدید غم و غصہ پایا جا رہا ہے جس کی وجہ سے نہ صرف مختلف اسلامی ممالک نے بھارت کے سفراء کو طلب کر کے احتجاجی مراسلہ دیا ہے بلکہ بھارتی اشیاء کے بائیکاٹ کی مہم بھی عوامی حمایت حاصل کر رہی ہے۔ سعودی عرب کی وزارت خارجہ نے بھارت کی حکمران انہا پسند جماعت بی جے پی کی قومی ترجمان کی جانب سے حضرت محمد ﷺ کی توہین پر مبنی بیانات کی شدید الفاظ میں مذمت کی ہے۔ سعودی وزارت خارجہ نے اپنے ایک بیان میں تمام مذہبی شخصیات اور شعائر کے احترام کی ضرورت اور اسلامی شعار، مقدرات، مذہبی شخصیات کے خلاف تعصب اور ان کی توہین کو مستقل طور پر مسترد کرنے پر زور دیا ہے۔ اس نے مختلف عقائد اور مذاہب کا احترام کرنے کے مملکت کے موقف کا اعادہ کیا ہے۔

قطر نے اس طرح کے ”اسلاموفو بیا“، خیالات کی اجازت دینے پر بھارت سے عوامی معافی کا مطالبہ کیا ہے۔ اس نے کہا کہ وہ حکومت ہند کی جانب سے اس پر عوامی معافی اور ان تبریوں کی فوری مذمت کی توقع کر رہا ہے۔ کویت نے ایک بیان میں کہا کہ اس نے ایک سرکاری احتجاجی نوٹ بھارتی سفیر کے حوالے کیا



ہے جس میں حکمران جماعت کی ایک عہدہ دار کی جانب سے مقدس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف تو ہین آمیز بیانات کو واضح طور پر مسترد کیا گیا ہے اور ان تبصروں کی نذمت کی گئی ہے۔ بھارتی میڈیا کے مطابق بی جے پی نے شدید عمل کے بعد پارٹی ترجمان نو پورٹر ما کی بنیادی رکنیت معطل کر دی ہے، اس کے علاوہ نئی دہلی میں بی جے پی کے میڈیا یا ہیڈن نوین جنداول کو بھی گستاخانہ ٹوٹ پر پارٹی کی بنیادی رکنیت سے معطل کر دیا گیا ہے۔ قانونی امور پر پورٹر ٹنگ کرنے والے خبر سارے ادارے لا یو الے کے مطابق پلیس نے ممبئی کی ایک تنظیم رضا کیڈمی کی شکایت پر نو پورٹر ما کے خلاف مذہبی جذبات کو ٹھیک پہنچانے اور دو فرقوں کے درمیان دشمنی پیدا کرنے سے متعلق دفعات 295ء، 153ء اور تعزیرات ہند کی دفعہ 505 بی کے تحت مقدمہ درج کیا ہے۔

سلطنت عمان کے مفتی اعظم شیخ احمد بن حمد الجلیل نے ٹویٹ کیا کہ بھارت کی حکمران جماعت کی خاتون ترجمان کے ”فخش“ تصرے ”ہر مسلمان کے خلاف جنگ“ کے مตزاً داف ہیں۔ اس پر مشرق سے مغرب تک تمام مسلمانوں کو ایک ہونا چاہیے۔ مفتی اعظم نے بھارتی اشیاء کا بائیکاٹ کرنے کی اپیل کرتے ہوئے کہا ہے کہ بی جے پی ترجمان کا یہ اقدام ہر مسلمان کے خلاف ہے۔ غیر ملکی میڈیا کی روپورٹ کے مطابق مفتی اعظم عمان کے اس بیان کے بعد عمان، مصر، سعودی عرب اور کویت میں بائیکاٹ اندھیا، مہم شروع ہو گئی۔ افغانستان میں طالبان حکومت کے ترجمان و نائب وزیر اطلاعات ذیبغ اللہ مجاہد کا کہنا تھا کہ امارت اسلامیہ بھارت میں حکمران جماعت کے ایک عہدیدار کی طرف سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کی شدید نذمت کرتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم بھارتی حکومت سے مطالبة کرتے ہیں کہ ایسے جنوں یوں کو دین اسلام کی تو ہیں کرنے اور مسلمانوں کے جذبات کو مشتعل کرنے کی اجازت نہ دی جائے۔

وزیر اعظم شہباز شریف نے بھارتیہ جنتا پارٹی کی رہنمای کی جانب سے نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کی شدید نذمت کرتے ہوئے کہا گیا کہ مودی کے دور حکومت میں بھارت میں مذہبی آزادی پامال ہو رہی ہے جس پر دنیا کو فوری ایکشن لینا چاہیے۔ انہوں نے آقائے دو جہاں رسول خدا ﷺ کی شان میں گستاخی پر شدید غم و غصے کا اظہار کیا اور کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کے بارے میں بی جے پی رہنمای کے بیان کی شدید نذمت کرتا ہوں جس سے مسلمانوں کے دل زخمی ہوئے ہیں۔ وزیر اعظم نے واضح

کیا کہ ہمارے پیارے نبیؐ کے لئے ہماری محبت ہر چیز پر مقدم ہے اور آقا کریمؐ کی محبت اور ان کی ناموس کے لئے ہر مسلمان اپنی جان قربان کرنے کو تیار ہے۔ صدر پاکستان ڈاکٹر عارف علوی نے توہین آمیز بیانات کی سخت نہادت کرتے ہوئے کہا کہ انہا پسند بھارتیہ جتنا پارٹی کے رہنماؤں کے توہین آمیز اور مقنازعہ بیانات سے دنیا بھر کے مسلمانوں کے جذبات محروم ہوئے ہیں، یہ بیانات ہندوستان میں اسلاموفوبیا کے بڑھتے ہوئے رجحان کے عکاس ہیں۔ انہوں نے کہا کہ محض پارٹی عہدے داروں کو معطل کرنا کافی نہیں، بلکہ پی کو اپنے فاشتہ ہندوتوانظریے سے کنارہ کشی اختیار کرنا ہوگی، مودی کے نفرت انگیز ہندوتوانفلسفے کے تحت بھارت اپنی تمام اقلیتوں کی مذہبی آزادیوں کو پامال کرتے ہوئے ان پر ظلم کر رہا ہے۔

دریں اشنا بی جے پی کی خاتون ترجمان اور میڈیا ہیڈ نوین جنداں کی جانب سے شان رسالت میں گستاخی پر بھارتی شہروں میں احتجاج اور ہنگامہ آرائی شروع ہو گئی ہے یہ سطور لکھ جانے تک بھارت میں شدید احتجاج جاری ہے۔ چاپیتے تو یہ تھا کہ بھارتی حکومت عالم اسلام کے احتجاج اور خود بھارتی عوام کی رائے کے احترام میں گستاخوں کو فوری گرفتار کرتی اور انہیں اپنے قانون کے مطابق سخت سے سخت سزا دلانے کے لیے ریاستی قانونی مشینری کو تحریک کرتی تاکہ عالم اسلام اور خود بھارت کے مسلمانوں میں پایا جانے والا اضطراب ختم ہوتا اور حالات معمول پر آتے، لیکن افسوس مودی حکومت نے اس احتجاج کرنے والوں پر زندگی بیگنگ کر دی۔ بھارتی شہروں میں احتجاج اور ہنگامہ آرائی کے بعد پولیس نے یک طرفہ کارروائی کرتے ہوئے سینکڑوں مسلمان شہریوں کیخلاف مقدمہ درج کر لیا اور متعدد افراد کو گرفتار کر لیا۔ کانپور میں احتجاج کی کال پر سخت سکیورٹی لگائی گئی ہے، ادھر بریلی میں سخت احتجاج کے پیش نظر کر فیونا فیڈ کر دیا گیا۔ بھارتی میڈیا کے مطابق گستاخانہ بیانات کے خلاف احتجاج کرنے والے مسلمانوں کے گھر گرائے جا رہے ہیں اور اس حوالے سے سوشل میڈیا پر ویڈیو یوگی وائرل ہو رہی ہیں جس میں دیکھا جا سکتا ہے کہ ہندو انتہا پسند پولیس کی نگرانی میں مسلمانوں کے گھروں کو بیڈوز رکی مدد سے مسماڑ کر رہے ہیں۔ اشوک سوانن نامی ایک صارف نے بھارتی خبر ساں ادارے کی ایک ویڈیو سوشل میڈیا پر بھی شیئر کی ہے جس کے کیپشن میں درج ہے کہ بھارت کے دائیں بازو کے ہندو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کے خلاف ہونے والے



مظاہرے میں شریک مسلمانوں کے گھر مسما رکر رہے ہیں۔ ظلم و ستم کی نئی داستانیں رقم کی جا رہی ہیں۔ مسلمانوں کو ہندوستان کی مختلف ریاستوں میں سلامتی کی مشینزی کی مکمل ملی بھگت اور حمایت کے ساتھ بنیاد پرست ہندو بھوم کے منظم حملوں کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ تاریخ میں جب بھی مسلمانوں پر ظلم و ستم کی داستان رقم کی جائے گی تو اُس میں مودی کا نام سرفہرست ہو گا، مگر اب تو بی جے پی نے تمام حدیں ہی توڑ ڈالی ہیں۔

عالم اسلام نے ان تو ہیں آمیز بیانات پر سخت رد عمل کا اظہار کیا ہے جو خوش آئند ہے۔ بلاشبہ یہ بھارتی مسلمانوں کا نہیں بلکہ پوری دُنیا کے مسلمانوں کا مسئلہ ہے۔ مسلمان کہیں کا بھی ہو وہ سب کچھ برداشت کر سکتا ہے لیکن تو ہیں پیغمبر کا جرم برداشت نہیں کر سکتا۔ عالم اسلام کے اس شدید رد عمل نے حکومت ہند کو اپنی ترجمان کی بنیادی رکنیت معطل کرنے اور اس کے خلاف پرچہ درج کرنے پر مجبور کر دیا جو کہ کافی نہیں ہے، ہم سمجھتے ہیں کہ بھارت سمیت دنیا بھر میں اسلام مخالف بیانات کی بلا روک ٹوک اجازت دینا انسانی حقوق کے لیے سنگین خطرہ ہے، ایسے بیانات تعصّب، تشدد اور نفرت کا باعث بنتے ہیں، اقوام متعدد اور انسانی حقوق کی بین الاقوامی تنظیمیں بھارت میں بڑھتے ہوئے اسلاموفوبیا اور منظم مذہبی ظلم و ستم کا سنجیدگی سے نوٹس لیں، اور ان کی روک تھام کیلئے اقدامات اٹھائیں۔ اس وقت پوری دنیا ایک ولج کی شکل اختیار کر چکی ہے، ایسے میں کسی بھی گروہ کا اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ایک لفظ بھی سارے جہاں کو جلا کر خاکستر کر سکتا ہے۔ ہم او آئی سی اور اسلامی ممالک کے سربراہان سے بھی درخواست کریں گے کہ جس طرح آپ نے اہانت رسول پر موثر آواز اٹھائی ہے اور اس آواز نے انڈیا کو کسی حد تک گھٹنے لیکنے پر مجبور کیا ہے ذرا سوچیں آپ کی یہ منتشر آواز انڈیا کے ایوانوں میں کھلبیلی مچا سکتی ہے تو یہی آواز اگر متعدد ہو کر ایک پلیٹ فارم سے اٹھائی جائے تو انڈیا تو کیا دنیا کی کسی طاقت میں اتنی جرأت نہیں کہ وہ اہانت رسول اور اسلاموفوبیا جیسے واقعات کو قالین کے نیچے دبا سکے۔ بھارت میں مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کیا جا رہا ہے، گذشتہ سات دہائیوں سے کشمیر میں مسلمانوں کی نسل کشی جاری ہے، گستاخانہ بیانات کے خلاف احتجاج کرنے والوں کے گھر گرائے جا رہے ہیں، ان مظالم کے خلاف بھی عالم اسلام کو اسی طرح تحرک ہونے کی ضرورت ہے جیسے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی پر مسلم دنیا نے رد عمل دیا ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ عالم اسلام کی مدد و نصرت

فرمائے اور دنیا بھر کے مظلوم مسلمانوں کو ظلم و جبر سے نجات عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو آئیں

وزارت مذہبی امور پاکستان کی طرف سے بہترین حج انتظامات کرنے پر مبارک باد

حج ایک ایسا دینی فریضہ ہے جو پوری امت مسلمہ کے اتحاد کا مظہر ہے۔ مشرق و مغرب اور شمال و جنوب سے لاکھوں کی تعداد میں جاج کرام ایک ہی لباس، ایک ہی آواز بلند کرتے ہوئے حرمین شریفین کا رخ کرتے ہیں۔ حج مسلمانوں کی قوت و شان کا اظہار بھی ہے جس سے مسلمانوں کے اتحاد و یقین پوری دنیا کے سامنے آتی ہے، گزشتہ دو سال کے دوران کو رونا و ائرس کی وجہ سے انتہائی محروم تعداد میں لوگوں کو حج کرنے کی اجازت دی گئی تھی، جس کی وجہ سے اہل ایمان دل گرفتہ تھے۔ رواں سال سعودی عرب سے آنے والی اس خبر سے عالم اسلام میں خوشی کی لہر دوڑ گئی کہ سعودی وزارت حج و عمرہ نے حرمین شریفین میں حاضری کے لیے کورونا و ائرس کے باعث 2 سال سے لگائی گئی پابندیاں ختم کر دی ہیں اور رواں سال 10 لاکھ مقامی اور غیر ملکی زائرین کو حج کی سعادت حاصل کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ ان سطور کے شائع ہونے تک مناسک حج کا آغاز ہو چکا ہوگا۔ حج و عمرہ کی آدائیگی پر عائد پابندیاں ختم کرنے اور بہترین انتظامات پر سعودی عرب کی حکومت اور عوام مبارک باد کے مستحق ہیں، پیش آمدہ اطلاعات کے مطابق خادم الحرمین الشریفین شاہ سلمان بن عبدالعزیز کی سرپرستی اور ولی عہد شہزادہ محمد بن سلمان کی قیادت میں اس سال حج انتظامات ماضی کے مقابلہ میں بہت بہتر ہیں۔ پاکستان سے اس سال بیاسی ہزار حجاج کرام حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرنے کے لئے ارض مقدس پہنچ چکے ہیں اب تک کی اطلاعات کے مطابق وزارت مذہبی امور پاکستان نے جو انتظامات اٹھائے ہیں وہ قبل تعریف ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان انتظامات سے حجاج کرام مطمئن نظر آ رہے ہیں اس پر وزارت مذہبی امور پاکستان مبارک باد کی مستحق ہے۔

والسلام

عبدالودود ربانی

مدیر مسؤول



## قربانی حصول تقوی کا ذریعہ

مولانا عاشق الہی بلند شہری رحمۃ اللہ علیہ

اعوذ بالله من الشیطان الرجیم

بسم الله الرحمن الرحيم

وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُم مِّنْ شَعَائِرِ اللَّوَلِكُمْ فِيهَا خَيْرٌ فَادْكُرُوهُ أَسْمَمَ اللَّوَلِكُمْ عَلَيْهَا صَوَّافٌ فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعَتَرَّ كَذِيلَكَ سَخْرَنَهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ لَنْ يَتَالَ اللَّهُ لُؤْمُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَكِنْ يَتَالُهُ الْتَّقْوَىٰ مِنْكُمْ كَذِيلَكَ سَخْرَهَا لَكُمْ لِتُتَكَبِّرُو أَلَّهُ عَلَىٰ مَا هَدَنَكُمْ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِينَ (سورة الحج آیت نمبر 36,37)

ترجمہ:

اور قربانی کے اونٹ اور گائیں جن کو ہم نے تمہارے لیے اللہ کے شعائر میں سے بنایا ہے تمہارے لیے ان میں خیر ہے سو تم ان پر اللہ کا نام لوجب قطار میں کھڑے ہوں، سو وہ جب اپنی کروڑوں پر گر پڑیں تو ان میں سے کھاؤ اور جو صبر کیے ہوئے ہو اسے اور جو سوالی بن کر آجائے اس کو کھلاو، اسی طرح ہم نے ان جانوروں کو تمہارے لیے مسخر کیا ہے تاکہ تم شکر کرو۔ اللہ کو ہر گز نہیں پہنچتے ان کے گوشت اور ان کے خون، لیکن اس کے پاس تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے، اسی طرح اس نے ان کو تمہارے لیے مسخر کیا تاکہ تم ان پر اللہ کی بڑائی بیان کرو کہ اس نے تمہیں ہدایت دی۔ اور اپنے کام کرنے والوں کو خوشخبری سنادیجیے



## تفسیر:

قریبی کے جانور اللہ تعالیٰ کے شعائر ہیں ان میں سے قناعت کرنے والے کو اور سوال کرنے والے کو کھلاوہ

البدن جمع ہے بدنه کی، بڑے جانوروں کو بدنه کہا جاتا ہے امام ابو حنفیہ کے نزدیک لفظ بدنه اونٹ اور گائے دونوں کو شامل ہے۔ ارشاد فرمایا کہ ان کو اللہ کے شعائر یعنی دینی یادگاروں اور بڑی نشانیوں میں سے بنادیا ہے، ان میں تمہارے لیے خیر ہے دنیاوی فوائد بھی ہیں اور آخری بھی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذبح اور سحر پر ثواب عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔

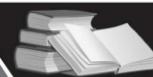
اور امام شافعی کے نزدیک بدنه کا مصدق صرف اونٹ ہے خجا یا (عام قربانیاں جو پورے عالم میں ہوتی ہیں) اور ہدایا (وہ جانور جو حرم میں حج کے موقعہ پر ذبح کیے جاتے ہیں) ان سب میں اونٹ گائے اور بکری اور بھیڑ اور دنبہ ذبح کرنا اصول شریعت کے مطابق درست ہے ان کے علاوہ اور کسی جانور کی قربانی حج میں یا ایام اضحیہ میں درست نہیں ہے۔ اونٹ اور گائے میں سات حصے ہو سکتے ہیں اور باقی جانوروں میں صرف ایک حصہ ہو سکتا ہے اہل عرب اونٹوں کی پروردش کرتے تھے اور ان کے یہاں ان کی نسلیں چلتی تھیں اور کثیر تعداد میں قبائل عرب کے پاس اونٹ ہوتے تھے حج کے موقعہ پر بطور ہدی اونٹوں کو ساتھ لے جاتے تھے پھر منی میں انہیں خر کرتے تھے۔ خر کا طریقہ یہ ہے کہ اونٹ کو کھڑا کر کے اس کا بایاں پچھلا پاؤں باندھ دیا جائے اور بسم اللہ پڑھ کر کھڑے ہی کھڑے ذبح کی جگہ میں تیز برچھا مار دیا جائے اس کو خر کہتے ہیں۔ اونٹ میں خر کرنا اور بکری وغیرہ میں ذبح کرنا سنت ہے (ذبح کا مطلب تو سبھی کو معلوم ہے) علماء نے بتایا ہے کہ اونٹ کو کھڑا کر کے خر کرنے میں یہ حکمت ہے کہ اس سے اس کی جان آسانی سے نکل جاتی ہے (قدیم زمانوں میں عربوں کے لیے خر بہت آسان کام تھا) خر کرنے سے اونٹ گر پڑتا تھا اگر بہت سے اونٹ قطار میں کھڑے ہوتے تو جس جس کو برچھا جاتا وہ گرتا چلا جاتا تھا جب خر شدہ اونٹ زمین پر گر جاتا تو اس کی کھال نکال لیتے تھے اور گوشت کی بوٹیاں بنانے کر کھا لیتے تھے۔ اسی کو فرمایا (فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُّوا مِنْهَا) (پھر جب وہ اپنی کروٹوں پر گر پڑیں تو ان میں سے کھالو) (وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ



وَالْمُعَتَّد) (اور قانون کو بھی کھلا و اور معتز کو بھی) قانون وہ حاجت مند جو سوال نہیں کرتا اپنی حاجت کو دبائے بیٹھا رہتا ہے اور معتز وہ ہے جو زبان سے سوال کر لیتا ہے یا ایسے ڈھنگ سے سامنے آ جاتا ہے جس کی وجہ سے اسے لوگ حاجت مند سمجھ کر کچھ نہ کچھ دے دیتے ہیں قانون کی ضرورتوں کا خیال کرنا زیادہ بہتر ہے اور سائل کو بھی اصول شرعیہ کے مطابق دینا جائز ہے سائلین کے لیے بھی کچھ ہدایات ہیں جو حدیث کی کتابوں میں مذکور ہیں۔

(كَذِيلَكَ سَخَّرْنَاهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ) (اسی طرح ہم نے ان جانوروں کو تمہارے لیے مسخر کر دیا یعنی قابو میں دیدیا تاکہ تم شکر ادا کرو یہ جانور تمہاری ملکیت ہیں ان پر تمہارا قبضہ ہے اور تم انہیں باندھتے ہو کھولتے ہو جہاں چاہتے ہو لے جاتے ہو ان کا دودھ بھی پیتے ہو گوشت بھی کھاتے ہو، یہ اللہ تعالیٰ کی تسخیر ہے اس نے تمہارے قابو میں دیدی اس پر تمہیں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا لازم ہے۔ اگر کوئی جانور مچل جائے بگڑ جائے ہٹ کرنے لگے تو تمہارے قابو سے باہر ہو جاتا ہے اس وقت تم اس سے کام نہیں لے سکتے، ہوڑی دیر کے لیے اللہ تعالیٰ نے تسخیر ہٹا دی تو تم عاجز مغض بن کر کھڑے رہتے ہو۔

(لَنْ يَنَالَ اللَّهُ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلِكِنْ يَنَالُهُ الْتَّقْوَىٰ مِنْكُمْ) (اللہ کو ہرگز ان کے گوشت اور خون نہیں پہنچتے لیکن تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے) یعنی جو جانور رضھایا اور ہدایا میں ذبح کرتے ہو اللہ تعالیٰ کو ان کی کچھ حاجت نہیں اس کے پاس نہ ان کے گوشت پہنچتے ہیں اور نہ خون ان کو تو تم ہی کھا پی کر برابر کر دیتے ہو (کچھ گوشت خود کھایا کچھ اپنے گھر والوں کو کھلایا کچھ اصحاب و احباب کو دیا کچھ فقراء اور مساکین کو دیا یہ سب تمہارے ارباب اجنبی کے کام آ گیا) اللہ تعالیٰ کو تو تمہارے دلوں کا تقویٰ پہنچتا ہے اخلاص کے ساتھ بہ نیت تقرب الی اللہ جانور ذبح کیے یا ریا کاری کے طور پر، خوش دلی سے قربانی کی ہے یا بد دلی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو سب کچھ معلوم ہے اس کے مطابق جزادے گا جو چیز اللہ کے لیے قربان کی جا رہی ہے وہ اچھی سے اچھی ہو خوش دلی سے بھی ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یوم آخر (ذی الحجہ کی دسویں تاریخ) کے دن (قربانی کا) خون بھانے سے زیادہ محبوب کوئی چیز نہیں ہے اور قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں اور بالوں اور کھروں کے ساتھ



آئے گا اور اس کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے یہاں مقام قبولیت میں پہنچ جاتا ہے الہام تم خوش دلی کے ساتھ قربانی کرو (رواہ الترمذی) حضرت زید بن ارم شیعہ سے روایت ہے کہ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ قربانیاں کیا ہیں آپ نے فرمایا کہ تمہارے پاس ابراہیم علیہ السلام کا جاری کیا ہوا طریقہ ہے عرض کیا اس میں ہمارے لیے کیا ثواب ہے؟ فرمایا ہر بال کے بدلہ ایک نیکی ہے! عرض کیا اگر اون والا ہو (جس میں بال بہت زیادہ ہوتے ہیں) تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ فرمایا اون کے ہر بال کے بدلہ میں ایک نیکی ہے۔

(كَذِيلَكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَى مَا هَدِيْكُمْ) (اسی طرح اللہ نے ان جانوروں کو تمہارے لیے سخیر فرمادیا تاکہ تم ان پر اللہ کی بڑائی بیان کرو کہ اس نے تم کو ہدایت دی) اللہ تعالیٰ نے ایمان بھی نصیب فرمایا اعمال صالح کی بھی توفیق دی اگر وہ ہدایت نہ دیتا تو تم ایمان سے بھی محروم رہتے اور اس کی عبادت سے بھی اور یہ بھی سمجھو کہ اللہ تعالیٰ ہی نے تمہیں ہدایت دی ہے جانوروں کو اللہ ہی کے لیے ذبح کرتے ہو اگر اس کی طرف سے ہدایت نہ ملتی تو مشرک ہو جاتے اور غیر اللہ کے لیے ذبح کرتے۔  
 (وَبَشِّيرُ الْمُحْسِنِينَ) (اور محسینین کو بشارت دیدیجیے) لفظ محسینین موحدین، مخلصین، عابدین، قانتین، شاکرین سب کو شامل ہے ان سب کو خوشخبری ہے کہ ان کے لیے موت کے بعد خیر و خوبی ہے اور قیامت کے دن جنت کا داخلہ ہے۔

ہر ماہ بافت اعدگی سے شائع ہونے والا



## تریتی، اصلاحی اور تبلیغی رسالہ

تاہبر حضرات اپنے کار و بار اور مصنوعات کی موثر تشهیر کے لئے ماہنامہ دارالتفوی کا انتخاب کریں

ماہنامہ دارالتفوی



## حج کے بعد زندگی کیسے گزاریں؟

**انتخاب: سفیان علی فاروقی**

دنیا بھر سے لاکھوں حاج کرام حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرنے کے لیے ارض حریم شریفین پہنچ چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ دنیا بھر کے تمام حج کرنے والوں اور عمرہ کرنے والوں کا حج اور عمرہ اپنے کرم سے قبول فرمائے۔ اس دوران ہونے والی تمام لغزشوں اور کوتا ہیوں کو معاف فرمائے اور بار بار بیت اللہ شریف کی مقبول حاضری کی سعادت نصیب فرمائے۔ اللہ کریم ہر مسلمان کے دل کی اس مبارک آرزو کو پورا فرمائے کہ اسے حج بیت اللہ اور زیارت روضۃ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی توفیق زندگی میں ایک بار ضرور ملے۔ بیت اللہ کی ایسی کشش ہے جو ہر مسلمان کو بار بار اپنی طرف کھینچتی ہے، اس کے انوار و برکات کا صحیح ادراک تو اسے ہی ہو سکتا ہے جو وہاں جا کر یہ خود اپنے دل سے محسوس کر چکا ہو۔

بیت اللہ شریف پر نگاہ پڑنے سے دل کی بدلتی کیفیت کسی کو سمجھانا بہت مشکل ہے یہ الفاظ کی حد بندیوں سے آزاد احساس ہے۔ یہ وہاں جا کر ہی محسوس ہوتا ہے کہ میں پہلے کیا تھا اور اب کیا ہوں؟ میں پہلے کہاں تھا اور اب کہاں ہوں؟ کتنی خوش نصیبی کی بات ہے کہ اس ذات نے آپ کو اپنے گھر اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے درکی زیارت کا موقع عطا فرمایا۔ آپ نے اپنی آنکھوں سے یہ نظارہ بھی کیا کہ آپ کی طرح دنیا بھر کے مسلمان ہزارہا گناہوں میں لٹھڑے لاکھوں لوگ رنگ، نسل، قوم قیلے، برادری اور زبان وغیرہ کے فرق کو مٹا کر دیوانہ وار، بے خودی کے عالم میں احرام کی دو چادروں میں اپنے گناہوں کی گٹھڑیاں چھپائے، برستی آنکھوں اور لرزتے ہونٹوں کے ساتھ زبان کو یوں جنبش دے رہے ہیں: لبیک اللهم



**لبیک لبیک لاشریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لاشریک لک**

حج بہ ظاہر دیکھنے میں ایک بامشقتو فریضہ ہے، اس کی ادائیگی کے لیے جہاں انسان کا اچھا خاص اعمال گلتا ہے وہاں اس کو اچھی خاصی جسمانی مشقت بھی اٹھانا پڑتی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ جب انسان کے دل میں محبت الہی موجود ہو، ذات حق کی طلب صادق ہو تو مشقت کا پتا چلتا ہے نہ ہی مال کی پرواہوتی ہے، بلکہ صرف اسی ایک کی محبت، معرفت، خوشنودی اور رضا کی جستجو ہوتی ہے۔ پھر بھی دیکھنے میں جان، وقت اور مال سب اس کے لیے خرچ کیا جاتا ہے اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ہماری یہ عبادت اللہ کی بارگاہ میں قبول ہو جائے۔

اللہ کریم نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا، مفہوم: ”اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو بر بادنہ کرو۔“ (سورہ محمد)

حج کی قبولیت کی سب سے بڑی نشانی یہ ہے کہ انسان گناہوں والی زندگی کو چھوڑ کر نیکیوں والی زندگی اختیار کرے۔ آپ جو بیت اللہ شریف اور روضہ رسول ﷺ کے انوار و برکات جو اپنے سینے میں محفوظ کر کے لائے ہیں اسے ضائع ہونے سے بچائیں۔ اپنے جسم کے ہر ایک عضو کو اللہ کے احکامات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک طریقوں میں ڈھال دیں، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں کوتا ہی نہ کریں۔ عرفات کے میدان میں دیا ہوا خطبہ حج کبھی نہ بھلا کیں جس میں مسلمانوں میں باہمی اتفاق و اتحاد کا درس دیا گیا ہے اس کا تعلق زندگی کے ہر ایک لمحے سے ہے۔ باہمی تقاضوں کا تکمیل کر کے وحدت امت کے لیے اپنا کردار مرتبے دم تک جاری و ساری رکھیں۔ مالی معاملات کو درست کریں۔ اسلام کے معاشرتی اصولوں خصوصاً صلة رحمی کا زیادہ خیال کریں۔ ہر وقت عبادات میں دل لگائے رکھیں۔ نماز باجماعت کا اہتمام کریں بلکہ کوشش کریں کہ نماز کے وقت سے کچھ پہلے مسجد میں جا کر سُنن و نوافل تلاوت وغیرہ کریں۔ اپنی زبان کو اللہ کے ذکر سے ترکھیں۔ ہر وقت اللہ کی رضا پیش نظر ہو اور قومی، علاقائی اور خاندانی رسومات پر سُنّت رسول ﷺ کو ترجیح دیں۔ یہ بات اچھی طرح ذہن نشین فرما لیں کہ شیطان دو حملہ کرتا ہے۔ پہلا حملہ یہ کرتا ہے کہ انسان عبادت نہ کر سکے اس لیے عبادت سے دور کرنے کے لیے گناہوں کو مزین کر کے پیش کرتا ہے اور دوسرا حملہ وہ اس وقت کرتا ہے جب انسان کوئی نیک عمل کر لے پھر اس کو تکبیر خود نمائی میں بنتا کر

دیتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہیں کہ جس طرح اس نے اپنے فضل و کرم سے نیکی کی توفیق عطا فرمائی اس طرح اپنے اطف و احسان سے نیکیوں کے ضائع ہونے سے ہماری حفاظت فرمائے۔

حج کے بعد وہ لوگ جو سنت والی زندگی سے دُور تھے انہیں چاہیے کہ وہ چہرہ، لباس، وضع قطع اور اپنی چال ڈھال سب کچھ سنت کے مطابق کر لیں۔ اسی طرح وہ خواتین جنہیں حج و عمرہ کی سعادت نصیب ہوئی ہے وہ پردے کا اہتمام کریں، اپنی ذاتی اور رحمی زندگی کو گناہوں سے آلوہہ نہ کریں، اگر گناہ ہو جائے تو فوراً ان سے توبہ کریں۔ جذبہ خیر خواہی کو اپنے جذبات پر غالب رکھیں۔ غریب مفلس، نادار، مساکین اور یتامی اور مستحقین لوگوں کی حتی الامکان امداد اور مظلوموں کی دادرسی کریں۔ شریعت کے احکامات پر عمل پیرا ہوں اور غیر اسلامی کاموں اور لا یعنی باتوں سے خود کو بچانے کی فکر کریں۔ الغرض اس آیت کی عملی تفسیر بن جائیں، مفہوم: ”اے ایمان والو! پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ۔“ (سورۃ البقرہ) یہیں معلوم زندگی میں دوبارہ حج کی سعادت ملتی ہے یا نہیں؟ اس لیے اس نعمت پر شکر ادا کریں اور اپنی زندگی میں ایسی تبدیلی لائیں کہ حج کا مقصد پورا ہو جائے۔ جیسے اللہ نے حج کرنے کی توفیق نصیب فرمائی ہے ایسے ہی مقبول و مبرور بھی فرمائے۔

دعا ہے کہ اللہ پاک آپ کو بار بار یہ عظیم الشان سعادت نصیب فرمائے بلکہ ہر مسلمان کو یہ نعمت عطا فرمائے۔ آمین



# بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

کی جانب سے واٹس ایپ (Whatsapp) پر



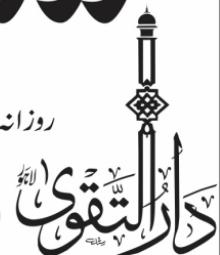
# روزانہ حدیث

کا سلسلہ حبادی ہے

آپ بھی اپنے واٹس ایپ پر روزانہ حدیث حاصل کر سکتے ہیں۔

روزانہ حدیث حاصل کرنے کے لیے اپنے واٹس ایپ سے **TAQWA**  
لکھ کر 03222333224 پر جوین۔

+92-3-222-333-224    www.darultaqwa.org    /jamiadarultaqwa  
Mufti Online +92-300-4113082    ifta4u@yahoo.com



## احکام الہی اور حقوق انسانی کا جامع منشور

### خطبہ حجۃ الوداع

**ڈاکٹر (مفتش) محمد شمسیم اختر قاسمی**

”آج سے ۱۲ / سو برس پہلے جب کہ پیغمبر انسانیت نے اپنا خطبہ انقلاب ارشاد فرمایا تھا، اس وقت کی آباد دنیا بہر حال آج کل کی طرح وسیع نہ تھی۔ امریکہ کے دونوں بڑا عظم ہنوز گوشہ گمانی میں تھے۔ آسٹریلیا دریافت نہ ہوا تھا، افریقہ کے بڑے حصے پر آفتاب تمدن کی روشنی نہ پہنچ سکی تھی، ایشیا و یورپ کے انتہائی شمالی علاقے اجڑ اور غیر آباد تھے۔ ہاں البتہ عرب، چین، ہندوستان، ایران، عراق، شام، مصر، مغرب اقصیٰ، جبکہ، یونان، اطالیہ، فرانس، اسپین، جنوبی روس، بحیرہ بالٹک کا مشرقی اور جنوبی حصہ جٹ لینڈ، اسکینڈنے ہیونیا اور برطانیہ وغیرہ میں اگرچہ تہذیب و تمدن کی روشنی موجود تھی، مگر کہیں تیز کہیں مددم۔ یعنی یہ ظاہر ہے کہ ہر جگہ نہ تہذیبی ترقی یکساں ہوئی تھی نہ سیاست، مذہب، اور اخلاق و معاشرت کا حال ایک جیسا تھا۔“

اس ابدی منشور (خطبہ حجۃ الوداع) کے نافذ ہوتے ہی قوموں و ملکوں کی حالت بدل گئی۔ تہذیب و تمدن نے نئے جلوے دیکھے اور ذہن و فکر کوئی روشنی ملی۔ لیکن تاریخ اسلامی کے طویل عرصہ کے بعد حالات نے رخ بدلا، لوگوں کے اندر دولت کی بے جا محبت اور خود غرضی آئی اور باطل حکومتوں کا وجود عمل میں آیا تو اس الہی و بنوی منشور جس میں نہ صرف حقوق انسانی کا احترام ملحوظ ہے بلکہ سیاست و معاملات اور عبادات کے معیار کو بھی متعین واضح کیا گیا ہے کی خلاف ورزی کی گئی اور طرح طرح کے اعتراضات کیے گئے۔ عوام کی توجہ اپنی طرف مرکوز کرنے کے لیے مختلف ملکوں نے اپنے مفاد کے تحت متعدد منشور تیار کیے اور اس میں



حقوق انسانی کا جس انداز میں استھصال کیا ہے وہ سب پر عیاں ہیں، بلکہ ان نکات میں جو ثابت بتائیں شامل ہیں ان پر بھی عمل کم ہی کیا جاتا ہے۔ آخر میں اقوام متحده کی جزوی اسمبلی نے ۱۰ / دسمبر ۱۹۷۸ / میں حقوق انسانی کا چارٹر تیار کیا جسے دنیا کا بہترین عالمی منشور قرار دیا وہ بھی عیوب و فوائد اور خود غرضیوں سے خالی نہیں ہے۔

خطبہ جنتہ الوداع کا تذکرہ ہوتے ہی عام طور سے ذہن میں اس کا وہ حصہ گردش کرنے لگتا ہے، جس میں چند بنیادی باتوں کے ساتھ انسانیت کا احترام اور اس کے حقوق کی حفاظت کا ذکر ملتا ہے۔ یہی حصہ پیشتر کتب متون اور سیر میں بھی ملتا ہے۔ حالاں کہ یہ خطبہ اس سے بھی زیادہ طویل ہے جس میں اساسیات اسلام، اجتماعات، دینیات، عبادات اور معاملات کی تعلیم مختصر اور جامع انداز میں دی گئی ہے۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے تین خطبے ارشاد فرمائے تھے۔ پہلا ۹ / ذی الحجه کو عرفات کے میدان میں، دوسرا ۱۰ / ذی الحجه کو منی میں اور تیسرا بھی ۱۱ / یا ۱۲ / ذی الحجه کو منی میں دیا۔ لیکن ان تینوں میں عرفات کا خطبہ زیادہ اہم ہے۔ تجھ کی بات ہے یہ خطبات کیجا کسی کتاب میں موجود نہیں ہیں۔ البتہ اس کے اجزاء مختلف کتابوں میں منتشر ضرور ہیں۔ بعد کے زمانہ میں سیرت رسول پر جو کام ہوا ہے اس میں بھی پورے خطبات نہیں ملتے۔ کچھ سالوں قبل پاکستان سے ماہ نامہ نقوش کا خصوصی شمارہ ”رسول نمبر“ کے نام سے شائع ہوا تھا جو ۳۳ صفحیں جملوں پر مشتمل ہے، اسکی تکمیل کیلئے علمی دنیا کی اہم شخصیات کی مدد لی گئی تھی، اس میں بھی پورا خطبہ نہیں ملتا۔ البتہ مولانا غلام رسول مہر مرحوم نے کافی حد تک اسکی تلافسی کرنے کی کوشش کی ہے تاہم وہ بھی ناکمل ہے۔ اس کی کا احساس رقم کو پہلے سے تھا۔ کیوں کہ جب میں نے ۱۹۹۹ / میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے جلسہ ”سیرت النبی“ کے مقابلہ مضمون نویسی یہ عنوان ”انسانی حقوق کا تحفظ خطبہ جنتہ الوداع کی روشنی“ میں حصہ لیا تو اس کی تیاری میں بہت سی کتابوں کا مطالعہ کیا، مگر کہیں مکمل خطبہ نہیں ملا۔ سیرت نبوی پر ابن سعد کی طبقات بڑی اہم مانی جاتی ہے اس میں بھی پورے خطبہ کا ذکر نہیں ہے۔ اس وقت سے ہی اس کی تلاش جاری تھی۔ چند دنوں قبل ایک کتاب ”جنتہ الوداع“ پر نظر پڑی جو بیت الحکمت لاہور سے ۲۰۰۵ / سے شائع ہوئی ہے، تو بڑی خوشی ہوئی کہ اس کی کا ازالہ ہو گیا۔ کتاب کے مصنف پروفیسر ڈاکٹر شاہزاد صاحب سابق رئیس کلیئے فنون و صدر شعبہ اسلامی تاریخ جامعہ کراچی ہیں۔ انہوں نے پورے خطبہ کو مختلف ماغذ کے مدد سے مع حوالہ دفعات کی شکل میں جمع کر دیا ہے۔ اس سے خطبہ کی افادیت بڑھ جاتی ہے اور علم و

تحقیق کی دنیا میں ایک نئی چیز کا اضافہ ہو گیا ہے۔ اس کے علاوہ اسی عنوان سے ایک کتابچہ بھی شائع ہوا ہے، جس کے مرتب مولانا فضل الرحمن عظمی ہیں جو اففریقہ میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں، اس میں بھی تشقیقی موجود ہے، جس سے قاری مطمئن نہیں ہو پاتا۔ پروفیسر مذکور کی کتاب سے خطبے کا عربی متن پیش کرنے کے بجائے اس کا اردو ترجمہ یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ تاکہ اس کی اہمیت کا نہ صرف اندازہ لگایا جاسکے بلکہ اس سے پوری طرح استفادہ کیا جاسکے۔ کیونکہ بقول ایک سیرت نگار: ”ایک عظیم الشان مین الاقوامی دستاویز ہے، جو نہ صرف اپنے دور میں آگے یا پیچے کی کوئی مثال نہیں رکھتی، بلکہ آج بھی انسانیت کے پاس ایسا عظیم منشور حقوق موجود نہیں ہے، جسے دینی تقدس کے ساتھ نافذ کرنے کے لیے ایک عالمی جماعت یا امت کام کرنے کے لیے تیار کی گئی۔ اس کے بعض اجزاء جدید دور میں دوسروں کی دستاویزات میں بھی ملتے ہیں۔ مگر ان کا غذی پھولوں میں عمل کی خوشبو کبھی پیدا نہ ہو سکی۔ پھر جتنہ الوداع کے اساسی عقائد کے علاوہ بعض اہم اجزاء ایسے ہیں جن کی قدر و قیمت سے ہماری آج کی دنیا آشنا ہی نہیں۔“

اس خطبے نے انسانی دنیا پر جو اثرات ڈالے ہیں اور اس سے قوموں و ملکوں کی حالت زار میں جو تبدیلی واقع ہوئی ہے اس کا ذکر کرتے ہوئے اسی سیرت نگار نے یہ بھی تحریر کیا ہے: ”خطبہ جتنہ الوداع نہایت ہی خوبی سے اس حقیقت کو اجاگر کر دیتا ہے کہ اب تک کے دو تین ہزار سالہ دور تاریخ میں حضور پیغمبر آخر الزماں ﷺ وہ پہلی مبارک شخصیت ہیں جو ساری انسانیت کے لیے وسیع اور جامع پیغام لے کر آئے اور اس پیغام کو ایک تحریک کی شکل میں جاری کیا، اس پر بنی ریاست قائم کی اور اسے دنیا کی تمام اقوام تک پہنچانے کے لیے شہداء علی الناس کی ایک جماعت قائم کر دی۔“

### خطبہ جتنہ الوداع

حصہ: الف (دیباچہ) سب تعریف اللہ کے لیے، ہم اس کی حمد و شناختے ہیں اور اسی سے مغفرت طلب کرتے ہیں، اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اسی کے دامن عفو میں اپنے نفس کی شرارتیں اور برے اعمال سے پناہ چاہتے ہیں، جس کو اللہ ہدایت عطا کرے اس کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی معبد نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اما بعد:

الف: لوگو!

میری بات اچھی طرح سن لو، سمجھ لو، کیا خبر، شاید اس سال کے بعد اس جگہ میری تمہاری ملاقات کبھی نہ ہو سکے۔

ب: بندگان خدا!

آج کے بعد اللہ مجھے نہیں معلوم، شاید میں تم سے اس مقام پر کبھی نہ مل سکوں گا۔

ج: لوگو!

خاموش ہو جاؤ، تم لوگ اس سال کے بعد شاید مجھے نہ دیکھ سکو۔

د: لوگو!

سنو! میں تمہیں وضاحت کے ساتھ (سب کچھ) بتادینا چاہتا ہوں، کیوں کہ شاید اس سال کے بعد پھر کبھی تم سے نہ مل سکوں۔

ه: لوگو!

حج کے مسئلے مسائل مجھ سے سیکھ لو، میں نہیں جانتا، شاید اس کے بعد مجھے دوسرے حج کی نوبت نہ آئے۔

و: اللہ اسے تروتازہ اور شاداب رکھے جس نے میری باتیں نہیں اور انہیں دوسروں تک

پہنچایا، بعض اوقات سننے والا سمجھدار نہیں ہوتا اور کبھی کبھی جس کو پہنچایا جائے، وہ اس سے زیادہ سمجھدار نکلتا ہے۔

ز: لوگو!

تم لوگ شاید مجھ سے آئندہ اس حال میں نہ مل سکو جس حال میں اب مل رہے ہو۔

حصہ ب (اساسیات)

دفعہ ا: لوگو!

۱۔ تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ ایک ہے، تم سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہو اور آدم علیہ السلام مٹی سے بنے تھے۔

۲۔ تم میں سے اللہ کے نزدیک معزز وہ ہے جو زیادہ تقویٰ شعار ہے، بے شک اللہ علیم و خبیر ہے۔

۳۔ دیکھو! کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر اور کسی کالے کو کسی سرخ پر اور کسی سرخ کو



کسی کا لے، سیاہ پر کوئی فضیلت و امتیاز نہیں، مگر ہاں تقویٰ کے سبب۔

دفعہ: ۲ بندگان خدا! میں تمہیں تقویٰ شعاراتی (اللہ سے ڈرنے) کی وصیت کرتا ہوں اور تمہیں اس کی اطاعت کا حکم دیتا ہوں (کیوں کہ تم اللہ کے سوا کسی اور کے بندے نہیں) اور اپنے خطبے کا آغاز نیک بات سے کرتا ہوں۔

دفعہ: ۳ جان لو! جاہلیت کی ہر چیز میرے قدموں تلے (روندی گئی) ہے۔

(اب تمام آثار جاہلیت کا عدم اور ساقط ہو گئے ہیں۔)

ا۔ خبردار! اہل جاہلیت کی ہر چیز میرے (ان دونوں) قدموں کے نیچے ہے۔

۲۔ سن لو! جاہلیت کا ہر خون (انتقام) مال (مغضوبہ) اور آثار جاہلیت (خاندانی، موروثی مفاخر) میرے قدموں تلے تا قیامت کا عدم ٹھہرائے جاتے ہیں۔

۳۔ اور جاہلیت کے تمام باعث فخر و غرور عہدے (ماڑ و مفاخر) ختم کیے جاتے ہیں، صرف سدانہ (کعبہ کی نگرانی و نگہبانی) اور سقایہ (حاجیوں کو پانی پلانے) کے عہدے باقی رہیں گے۔ قتل عمد کا قصاص (بدلہ) لیا جائے گا، قتل عمد کے مشابہ وہ (قتل) ہے جو لاٹھی یا پتھر سے وقوع میں آئے اور اس کی (دیت) سواونٹ مقرر ہے۔ اس سے زیادہ جو طلب کرے گا وہ اہل جاہلیت میں شمار ہو گا۔

۴۔ اور ہر قسم کا سود آج منوع قرار پاتا ہے، البتہ تمہیں اپنی اصل رقم لینے کا حق ہے، جس میں نہ اور وہ کافی نقصان ہے اور نہ تمہارا نقصان، اللہ نے یہ بات طے کر دی ہے کہ سود کی گنجائش نہیں ہے۔

۵۔ اور زمانہ جاہلیت کے تمام سود (سودی کار و بار) اب باطل ہیں۔ (اور جہاں تک کہ عباس بن عبدالمطلب کے سود کا تعلق ہے تو وہ تمام کا تمام ساقط ہے۔)

۶۔ اور زمانہ جاہلیت کے تمام خون (کے بد لے، انتقام) اب کا عدم ہیں۔ (اور اپنے خاندان میں سے پہلا انتقام جسے میں معاف کرتا ہوں ربعیہ (بن الحارث بن عبدالمطلب) کے نیچے کا ہے، جس کی رضاعت بنی لیث میں ہو رہی تھی کہ بنو ذیل نے اسے قتل کر دیا تھا، پس میں پہل کرتے ہوئے انتقام ہائے جاہلیت میں سے خون کا بدلہ معاف کر رہا ہوں۔

لوگو!

۔



الف: بے شک نسیٰ (مہینوں کو اپنی جگہ سے ہٹا دینا) از دیاد کفر کا ہی باعث ہے۔ اس سے کافر گرا ہی میں پڑ جاتے ہیں کہ ایک سال تو (اپنی نفسانی غرض سے) اسے حلال ٹھہراتے ہیں، پھر دوسرے سال (جب کوئی ذاتی غرض نہ ہو) اس کو حرام کر دیتے ہیں، تاکہ اللہ نے جو گنتی (حرام مہینوں کی) مقرر کر رکھی ہے اسے پورا کر لیں۔ اس طرح وہ اللہ کے حرام کیے ہوئے مہینے کو حلال اور اس کے حلال کیے ہوئے کو حرام کر لیتے ہیں۔

ب: دیکھو!

اور اب زمانہ گھوم پھر کر اسی جگہ آگیا ہے جہاں سے کائنات کی پیدائش کا دن شروع ہوا تھا۔ مہینوں کی گنتی (تعداد) اللہ کے نزد دیک سال میں بارہ ہے۔ ان میں سے چار محترم، حرام ہیں کہ تین (ذی قعده، ذی الحجه اور محرم) تو متواتر ہیں اور ایک الگ آتا ہے، یعنی رجب جو شہر مضر کہلاتا ہے اور جو جمادی الثانی اور شعبان کے بیچ ہے اور مہینہ اتنیں دن کا بھی ہوتا ہے، تیس کا بھی۔

(کہو! میں نے اپنی بات تم تک پہنچا دی ہے نا؟ تو جمع نے کہا: بے شک۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

اے اللہ گواہ رہنا!

ج: سن لو! حج قیامت تک اب ذی الحجه کے مہینے کے ساتھ مخصوص رہے گا۔

دفعہ: ۳ لوگو! (تمہیں معلوم ہے کہ تم پر کون سا مہینہ سایہ فُلّ ہے؟ تم کس دن میں یہاں جمع

ہو؟ کس شہر میں موجود ہو؟ سب نے کہا: محترم شہر اور محترم مہینے میں! تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بے شک تمہارا خون (ایک دوسرے پر) حرام ہے۔

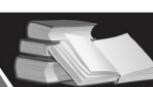
دفعہ: ۵ اور تمہارا مال (ولکیت)

دفعہ: ۶ تمہاری عزت و آبرو

دفعہ: ۷ تمہاری کھال (جلد، جسم، بدن) بھی (ایک دوسرے کے لیے) معزز و محترم ہے۔

(جس طرح حرمت تمہارے اس دن کو، تمہارے اس مہینے کو، تمہارے اس شہر کو (حاصل ہے) یہاں تک کہ تم اللہ سے جاملو۔)

دفعہ: ۸ میری بات سنو! زندگی پا جاؤ گے (مگر اس شرط کے ساتھ کہ)



- ۱۔ خبردار! (ایک دوسرے پر) ظلم نہ کرنا۔
- ۲۔ دیکھو! ظلم (وزیادتی) نہ کرنا۔
- ۳۔ خوب سمجھلو! ایک دوسرے پر باہم ظلم و ستم نہ کرنا۔

حصہ: ج (اجتماعات)

دفعہ: ۹ اللہ کے بندو! میری بات سنوا اور سمجھو!

بلاشبہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں۔

دفعہ: ۱۰ خبردار! ہر مسلمان دوسرے مسلمان پر حرام و محترم ہے۔

دفعہ: ۱۱ اور ہر مومن دوسرے مومن پر حرام و محترم ہے۔ جس طرح آج کے دن کی حرمت ہے:

۱۔ اس کا گوشت اس پر حرام ہے۔

۲۔ کہ اسے کھائے، اس کی عدم موجودگی میں غیبت کرے۔

۳۔ اور اس کی عزت و آبرا اس پر حرام ہے کہ (اس کی چادر عزت) پھاڑ دے۔

۴۔ اس کا چہرہ اس پر حرام ہے کہ اس پر تما نچے لگائے جائیں۔

۵۔ اور تکلیف وہی بھی حرام کہ اسے تکلیف پہنچائی جائے۔

۶۔ اور یہ بھی حرام کہ تکلیف رسانی کے لیے اسے دھمکایا جائے۔

۷۔ اور کسی مسلمان کے لیے یہ بھی جائز نہیں سوائے اس کے کہ جو وہ اپنی خوشی سے دے۔

۸۔ مال مسلم بھی حلال و جائز نہیں سوائے اس کے کہ وہ اپنی خوشی سے دے۔

(اور میں تمہیں بتاؤں کہ مسلمان درحقیقت ہے کون؟)

دفعہ: ۱۲ مسلمان وہی ہے جو اپنی زبان اور ہاتھ سے دوسرے لوگوں کو محفوظ رکھے۔

دفعہ: ۱۳ اور مومن درحقیقت وہ ہے جس سے دوسرے لوگوں کا جان و مال امن و عافیت میں رہے۔

دفعہ: ۱۴ اور مہاجر درحقیقت وہ ہے جو اپنے گناہوں اور خطاؤں سے کنارہ کشی کر لے۔

دفعہ: ۱۵ اور مجہد تو دراصل وہ ہے جو اطاعت الٰہی کی خاطرا پئے نفس کا مقابلہ کرے۔



- دفعہ: ۱۶۔ خبردار! اگر کسی کے پاس امانت رکھوائی جائے تو وہ اس بات کا پابند ہے کہ امانت رکھوائے والے کو امانت واپس لوٹا دے۔
- دفعہ: ۱۷۔ قرض واپس ادا یا گئی کا متناقض ہے۔
- دفعہ: ۱۸۔ ادھار لی ہوئی چیز کو واپس کیا جانا چاہیے۔
- دفعہ: ۱۹۔ عطیہ لوٹایا جائے۔
- دفعہ: ۲۰۔ ضامن ضمانت (تاوان) کا ذمہ دار ہو گا۔
- دفعہ: ۲۱۔ دیکھو! اب ایک مجرم اپنے جرم کا خود ہی ذمہ دار ہو گا۔
- دفعہ: ۲۲۔ جان لو! اب نہ باپ کے جرم کے بد لے بیٹا کپڑا جائیگا اور نہ بیٹے کا بدلہ باپ سے لیا جائیگا۔
- دفعہ: ۲۳۔ عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، کیوں کہ تم نے انہیں اللہ کی امانت کے طور پر حاصل کیا ہے اور اللہ کے کلمات (احکام) کے تحت ان کے ستر تھمارے لیے حلال ہوئے۔
- دفعہ: ۲۴۔ خبردار! تمہارے لیے عورتوں سے نیک سلوکی کی وصیت ہے، کیوں کہ وہ تمہاری پابند ہیں اور اس کے سواتم کسی معاملے میں حق ملکیت نہیں رکھتے۔
- دفعہ: ۲۵۔ لوگو! جس طرح عورتوں کے کچھ حقوق تمہارے ذمہ ہیں، اسی طرح ان پر بھی تمہارے کچھ حقوق واجب ہیں۔ (سنو! تمہاری عورتوں پر جس طرح کچھ حقوق تمہارے واجب ہیں، اسی طرح تمہاری عورتوں کا بھی تم پر کچھ حق ہے۔)
- (جہاں تک تمہارے ان حقوق کا تعلق ہے جو تمہاری عورتوں پر واجب ہیں) تو وہ یہ ہیں:
- ۱۔ وہ کوئی کام کھلی بے حیائی کانہ کریں۔
  - ۲۔ وہ تمہارا بستر کسی ایسے شخص سے پامال نہ کرائیں جسے تم پسند نہیں کرتے۔
  - ۳۔ وہ تمہارے گھر میں کسی ایسے شخص کو داخل نہ ہونے دیں جسے تم ناپسند کرتے ہو، مگر یہ کہ تمہاری اجازت سے۔
  - ۴۔ اگر وہ عورتیں (ان باتوں) کی خلاف ورزی کریں تو تمہارے لیے اجازت ہے کہ:

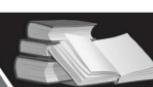
- الف: تم انہیں بسترتوں پر اکیلا، تنہا چھوڑ دو۔  
 ب: (ان پر سختی کرو) مگر شدید تکلیف والی چوٹ نہ مارو (اگر مارنا ہی چاہو۔)  
 دیکھو! کچھ حقوق ان کے بھی تمہارے اوپر عائد ہوتے ہیں۔ مثلا:-
- ۵۔ یہ کہ کھانے پینے، پہننے اور ہننے (خوراک و لباس) کے بارے میں ان سے اچھا سلوک کرو (اگر وہ تمہاری نافرمانی سے بازا آجائیں اور کہا مانیں تو) (حسب حیثیت) ان کا کھانا کپڑا (خوراک، لباس، نان نفقہ) تمہارے ذمہ ہے۔  
 (اور عورتوں پر یہ بھی واجب ہے کہ)
- ۶۔ عورتیں معروفات میں تمہاری نافرمانی نہ کریں۔  
 ۷۔ اور اگر وہ فرمائیں برداری کریں تو ان پر (کسی قسم کی) زیادتی کا تمہیں کوئی حق نہیں۔  
 ۸۔ کوئی عورت اپنے گھر میں اخراجات نہ کرے، مگر ہاں اپنے شوہر کی اجازت سے۔  
 ۹۔ جان لو! لڑکا (ولاد) اس کی طرف منسوب کیا جائے گا جس کے بستر پر وہ پیدا ہوا۔ (بچہ شوہر کی اولاد متصور ہو گا۔)
- اور جس پر حرماں کاری ثابت ہواں کی سزا سنگساری ہے (زنا کار کے لیے پتھر) اور ان کا حساب اللہ کے ذمے۔
- ۱۰۔ دیکھو! کسی عورت کیلئے جائز نہیں کہ وہ اپنے شوہر کا مال اسکی اجازت کے بغیر کسی کو دے۔  
 ۱۱۔ خبردار! جس نے خود کو اپنے باپ کے علاوہ کسی اور سے منسوب کیا، یا کسی غلام نے (جان بوجھ کر) اپنے آقا کے سوا کسی آقا سے نسبت قائم کی تو اس پر اللہ کی، اس کے فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہوگی اور قیامت کے دن اس سے کوئی بدلہ یا معاوضہ قبول نہیں کیا جائے گا۔

دفعہ: ۲۶

ا۔ اور ہاں غلام، تمہارے غلام! (ان سے حسن سلوک کرو)

الف: جو تم کھاتے ہو اس میں سے ان کو بھی کھلاؤ۔

ب: جو تم پہننے ہو اس میں سے ان کو بھی پہناؤ۔



ن: اگر وہ کوئی ایسی خطا کریں جسے تم دیکھو کہ معاف نہیں کر سکتے تو اللہ کے بندوانیں فروخت کردو۔ (مگر)

د: انہیں بھی انک سزا (عذاب) تو نہ دو۔

۲۔ اور ان کے بارے میں بھی تمہیں (حسن سلوک کی) وصیت کرتا ہوں، جو لوٹیاں (تمہارے زیر تصرف) ہیں، پس ان کو وہ کھلاو اور پہناؤ جو تم کھاتے پہنتے ہو۔

حصہ: د (دینیات، عقائد، عبادات، معاملات، اخلاقیات)

دفعہ: ۷ لوگو! بے شک مجھے حکم دیا گیا تھا کہ لوگوں سے لڑوں، یہاں تک کہ لا الہ الا اللہ کے قائل ہو جائیں اور جب وہ اس کلے کا اقرار کر لیں تو گویا انہوں نے اپنی جانوں اور مالوں کو بچالیا اور باقی حساب اللہ کے ذمے ہے۔

دفعہ: ۲۸ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ۔

دفعہ: ۲۹ اور نہ کسی کی ناقص جان لو۔ (نہ قتل کرو)

دفعہ: ۳۰ نہ بدکاری (زناء) کرو۔

دفعہ: ۳۱ اور نہ ہی چوری (سرقة) کرو۔

دفعہ: ۳۲ لوگو! (اچھی طرح سمجھ لو!) میرے بعد نہ کوئی پیغمبر (آنے والا ہے اور نہ تمہارے بعد کوئی امت (ہوگی))۔

۱۔ اپنے خطاب کے دوران رسول ﷺ نے مسح الدجال کا ذکر فرمایا، پھر ذکر میں کافی طول پکڑا، پھر دجال کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

۲۔ کوئی نبی ایسا نہیں گزر اک جس نے اپنی امت کو دجال سے نہ ڈرایا ہو۔  
(پس میں بھی) (میں بلاشبہ تمہیں اس سے ڈراتا ہوں)

۳۔ بے شک میری سب سے افضل دعاء بلکہ تمام انبیائے ما قبل کی یہی ہے:  
لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک له، لہ الملک و لہ الحمد بیدہ الخیر، بھی و یمیت و ہو  
علیٰ کل شیء قدیر۔



**دفعہ: ۳۳** خوب سن لو! اپنے پروردگار کی عبادت کرو، نماز قبح گانہ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو، اپنے (رب کے) گھر (خانہ کعبہ) کا حج کرو، اپنی زکوٰۃ خوشی خوشی دیا کرو، اپنے حکام کی اطاعت کرو (اس طرح ان امور کی انجام دہی کے بعد بطور اجر) اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ۔

**دفعہ: ۳۴** اللہ سے ڈرو! (تراز و سیدھی رکھ کر تولا کرو) اور لوگوں کو ان کی چیزیں (ناپ تول میں) کم نہ دیا کرو اور ملک میں فساد کرتے نہ پھرو۔

**دفعہ: ۳۵** خبردار! دین میں غلو (مبالغہ آمیزی، انتہا پسندی) سے بچو، اس لیے کہ تم سے پہلے جو (قویں) تھیں وہ دین میں غلو کی وجہ سے ہلاک کر دی گئیں۔

**دفعہ: ۳۶** لوگو! دیکھو، شیطان اس بات سے تو بے شک بالکل مایوس ہو چکا ہے، کہ تمہاری اس سرز میں پر بھی اس کی پرستش کی جائے گی، مگر چوکnar ہو! وہ اس بات پر بھی راضی ہو گا کہ اس (پرستش) کے سوا چھوٹی چھوٹی باتوں میں اس کے اشاروں کی تعمیل کی جائے، پس اپنے دین و ایمان کی (حفاظت کی) خاطر اس سے بچے رہنا۔

**دفعہ: ۳۷** لوگو!

۱۔ اللہ نے میراث (ترک) میں ہر وارث کا ( جدا گانہ) حصہ مقرر کر دیا ہے۔

۲۔ اس لیے وارث کے لیے (تمام مال میں) وصیت کرنا جائز نہیں۔

(چنانچہ) کسی کو ایک تھائی سے زائد (مال) کی وصیت کا حق نہیں۔

(بقول راوی پھر حضور ﷺ نے ہمیں صدقے کا حکم دیا اور فرمایا):

**دفعہ: ۳۸** صدقہ دیا کرو! اس لیے میں نہیں جانتا، مگر شاید تم آج کے بعد مجھے پھرنہ دیکھ سکو۔

**دفعہ: ۳۹** اللہ کے نام پر (جموٹی) قسمیں نہ کھایا کرو، کیوں کہ جو اللہ کے نام پر (جموٹی) قسم

کھائے گا، اللہ اس کا جھوٹ ظاہر کر دے گا۔

**دفعہ: ۴۰** لوگو!

۱۔ علم (تعلیم، معلومات) میں سے جو کچھ حاصل کر سکتے ہو، لے لو۔ اس سے پہلے کہ وہ سمیٹ لیا

جائے اور قبل اس کے کہ علم کو اٹھالیا جائے۔



۲۔ خبردار! علم کے اٹھائے جانے (ختم ہو جانے) کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ اس کے جانے والے ختم ہو جائیں۔ (آپ ﷺ نے یہ بات تین مرتبہ فرمائی۔)  
دفعہ: ۳۱ دیکھو!

۱۔ تین باتیں ایسی ہیں جن میں (مومن کا) دل (دھوکہ فریب) کینے کا شکار نہیں ہوتا۔ یعنی:  
الف: عمل میں اخلاص کہ صرف اللہ کے لیے۔

ب: (مسلمان) حاکموں کی خیرخواہی میں۔

ج: عام مسلمانوں (کی جماعت) سے وابستگی میں، کیوں کہ ان (مسلمانوں) کی دعائیں انہیں گھیرے رہتی ہیں (اس پر سایہ فنگن رہتی ہیں۔)

۲۔ اللہ نے ایسی کوئی بیماری (دکھ، تکلیف) پیدا نہیں کی جس کی دوانہ اتاری ہو، سوائے بڑھاپے کے۔  
دفعہ: ۳۲ لوگوں میری بات سمجھو! کیوں کہ میں نے سب کچھ تم تک پہنچا دیا ہے:

۱۔ میں نے تمہارے درمیان ایک ایسی چیز چھوڑ دی ہے کہ تم کبھی گمراہ نہ ہو گے اگر مضبوطی سے تھامے رہے اور وہ ہے اللہ کی کتاب۔

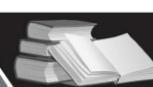
۲۔ اور میں نے تمہارے درمیان ایسی چیزیں چھوڑ دی ہیں کہ اگر ان کو تھامے (پکڑے) رہے تو پھر کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ صاف و روشن اللہ کی کتاب اور اسکے نبی ﷺ کی سنت۔  
دفعہ: ۳۳ لوگوں سنو اور اطاعت کرو اگرچہ تمہارے اوپر کوئی نک کٹا جبشی غلام امیر بنادیا جائے

جو تمہارے درمیان کتاب اللہ (کے احکام) کو فائم (نافذ) کرے۔  
دفعہ: ۳۴ جان لو!

۱۔ ہر نبی (پیغمبر) کی دعوت گزر جکی ہے، سوائے میری دعوت (دین و شریعت) کے، کہ (وہ ہمیشہ کے لیے ہے) میں نے اس کو اپنے پروردگار کے پاس قیامت تک کے لیے ذخیرہ (جمع) کر دیا ہے۔

۲۔ اما بعد! انبیاء علیہم السلام (قیامت کے دن) کثرت تعداد پر فخر کریں گے، پس تم مجھے (اپنی بد اعمالیوں کے سبب) رسوانہ کر دینا، میں حوض کوثر پر (تمہارے انتظار میں) رہوں گا۔

۳۔ خبردار! میں حوض کوثر پر تم سے پہلے پہنچوں گا اور دوسری امتلوں پر تمہاری کثرت کے سبب فخر



کروں گا تو کہیں میری رسائی کا باعث نہ بن جانا۔

۳۔ سنو! میں بعض کو (شفاعت کر کے) چھڑالوں گا، مگر بعض لوگ مجھ سے چھڑالیے جائیں گے۔ پھر میں کہوں گا اے میرے رب! یہ تو میرے اصحاب (امتی) ہیں؟ اللہ فرمائے گا کہ آپ نہیں جانتے کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد کیا کیا بدعتیں کر دیں تھیں۔

دفعہ: ۴۵ خبردار! میرے بعد کہیں کافرنہ بن جانا کہ آپس میں ایک دوسرے کی گرد نہیں

مارنے لگو۔

دفعہ: ۴۶ اور ہاں سنو!

۱۔ تم اپنے رب سے ملوگے تو اللہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں (ضرور) باز پرس کریگا۔

۲۔ پس جو (دنیا میں رہتے ہوئے ہمہ وقت) آخرت کو ہی اپنے پیش نظر رکھے گا تو اللہ اسے دل جمعی عطا کرے گا اور اسے اس کی آنکھوں کے سامنے (دنیا میں ہی) بے نیازی و تو نگری عطا کرے گا اور دنیا اس کے (قدموں میں) سر ٹگو ہو کر خود آئے گی، لیکن جو دنیا کو ہی محبوب و مقصود قرار دے گا تو اللہ اس کے معاملات کو منتشر و متفرق کر دے گا اور وہ (آدمی دنیا میں ہی) اپنی آنکھوں کے سامنے افلas و تنگ دستی دیکھ لے گا اور دنیا میں (سے تو) اسے اتنا حصہ ملے گا جتنا کہ اس کے لیے (مقدار میں) لکھا جا چکا ہے۔

دفعہ: ۴۷ دیکھو! اب تم نے مجھے (جی بھر کر) دیکھ بھی لیا ہے اور مجھ سے ان تمام باتوں کو سن بھی لیا ہے، تم سے عنقریب میرے بارے میں پوچھا جائے گا (تو سچ سچ بتانا) پس جس نے بھی مجھ پر جھوٹ باندھا تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے (گا)۔

دفعہ: ۴۸ دیکھو!

۱۔ جو یہاں موجود ہے وہ غیر حاضر تک (میری) یہ سب باتیں (ضرور) پہنچا دے۔

۲۔ شاید کہ بعض ایسے کہ جن تک (یہ باتیں) پہنچیں (گی) یہاں موجود بعض سننے والوں سے زیادہ سمجھ دار ثابت ہوں۔

۳۔ سن لو! تم میں سے جو یہاں قریب ہیں (ان کے لیے لازم ہے کہ) اپنے دور والوں (بعد میں آنے والے لوگوں) تک یہ باتیں پہنچا دیں۔



حصہ: ر (اختتامیہ)

پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

اے اللہ! (دیکھ لے) میں نے (تیرا پیغام بھر پور طور پر) پہنچادیا ہے یا نہیں؟  
(پھر لوگوں سے فرمایا)

کیا میں نے اللہ کا پیغام تم تک اچھی طرح نہیں پہنچادیا؟

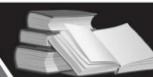
سنو! کیا میں نے حق تبلیغ ادا نہیں کر دیا؟

دیکھو! کیا میں نے تعلیم و تلقین دین کی انتہا نہیں کر دی؟

(تو سب حاضرین، ماسعین، مجمع والے بیک آواز اقرار و اعتراف کرنے لگے۔) بے شک! بے شک! (تب رسول ﷺ نے) فرمایا: اے اللہ گواہ رہنا! (تیرے بندے کی صفات اقرار کر رہے ہیں)، اے اللہ گواہ رہنا (یہاں موجود لوگ کیا کہہ رہے ہیں)، اے اللہ گواہ رہنا! (پھر آپ ﷺ نے فرمایا): اور تم لوگوں سے (آخرت، قیامت میں اللہ کی طرف سے) میرے بارے میں پوچھا جائے گا تو تم لوگ کیا کہو گے؟

تو سب نے کہا: ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ نے امانت الہی ہم تک پہنچادی اور حق رسالت ادا کر دیا اور (امت کو) نصیحت کرنے کی انتہا فرمادی۔ (پس رسول ﷺ نے اپنی اُنگشت شہادت کو آسمان کی طرف اٹھایا اور) پھر اسے لوگوں کی طرف جھکایا اور فرمایا: اے اللہ گواہ رہنا! اے اللہ گواہ رہنا! اے اللہ گواہ رہنا! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

خطبہ کے بعد آپ ﷺ نے نماز ادا فرمائی، پھر موقف میں تشریف لا کر جبل مشاة کے سامنے قبلہ رو ہوئے اور شدید گریہ وزاری کے ساتھ غروب آفتاب تک دعا فرماتے رہے۔ اسی مقام پر مشہور آیت ”الیَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِینَكُمْ وَأَكْمَلْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الإِسْلَامَ۔“ (المائدہ: ۳) نازل ہوئی۔ ۱۲ / ۱۳ کی درمیانی رات کے پچھلے پھر مکہ تشریف لائے، طواف و دعاء کیا اور نماز فجر ادا کرنے کے بعد مہاجرین واہل مدینہ کے ساتھ مدینے للوٹ گئے۔ کچھ عرصہ وہاں قیام کرنے کے بعد ہمیشہ ہمیش کے لیے اس دنیاۓ فانی کو خیر باد کہا۔



# کم سنی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح

## تحقیق و تجزیہ

مفہی شکلیل منصور القاسمی

مجموع عین المعارف للدراسات الاسلامیہ، کیرالہ

حضرت عائشہ صدیقہؓ کا نکاح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کم سنی میں ہوا یعنی ۶ / سال کی عمر میں نکاح اور ۹ / سال کی عمر میں رخصتی ہوئی، اس سلسلہ میں معاندینِ اسلام کی طرف سے یہ شکوہ و شبہات قائم کئے جاتے ہیں کہ اس کم سنی کی شادی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے موزوں اور مناسب نہ تھی، چنانچہ ایک یہودی عالم نے انٹرنیٹ پر یہی اعتراض پیش کیا ہے زیر نظر مضمون میں اسی کا مفصل و مدل جواب دیا گیا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی کم سنی میں نکاح فرمایا اور پھر ان کی والدہ حضرت ام رومان بنتی اللہ علیہا (زینب بنتی اللہ علیہا) نے تین سال بعد ۹ / سال کی عمر میں رخصتی کر دی، اس پر بعض گوشوں سے اعتراضات اور شکوہ و شبہات نئے نہیں ہیں، بلکہ پرانے ہیں، علماء اور محققین نے جوابات بھی دیئے ہیں، تاہم ذیل کی سطروں میں ایک ترتیب کے ساتھ جواب دینے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ امید کہ جواب میں تحقیق و تجزیہ کے جو پہلو سامنے آئیں گے، اُن سے ذہنی غبار دھل جائے گا اور ذہن کا مطلع بالکل صاف اور واضح ہو جائے گا۔ اس لیے مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر تفصیلی جواب لکھنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ کارگاہِ عالم کا سارا نظام قانون زوجی (Law of Sex) پر بنی ہے اور کائنات میں جتنی چیزیں نظر آ رہی ہیں سب اسی قانون کا کرنسیہ اور مظہر ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ مخلوقات کا ہر طبقہ اپنی نوعیت، کیفیت اور فطری مقاصد کے حافظ سے مختلف ہیں لیکن اصل زوجیت ان سب میں وہی ایک ہے۔ البتہ انواع حیوانات میں انسان کو خاص کر کے یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اس کے زوجین کا تعلق محض



شہوانی نہ ہو بلکہ محبت اور انس کا تعلق ہودل کے لگاؤ اور روحوں کے اتصال کا تعلق ہو۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے رازدار اور شریک رنج و راحت ہوں، ان کے درمیان ایسی معاہدہ اور دامنی و اینٹگی ہو جیسی لباس اور جسم میں ہوتی ہے۔ دونوں صنفوں کا یہی تعلق دراصل انسانی تمدن کی عمارت کا سنگ بنیاد ہے اس ربط و تعلق کے بغیر نہ انسانی تمدن کی تعمیر ممکن ہے اور نہ ہی کسی انسانی خاندان کی تنظیم۔ جب یہ قانون زوجی خالق کائنات کی طرف سے ہے تو یہ بھی صنفی میلان کو کچلنے اور فنا کرنے والا نہیں ہو سکتا۔ اس سے نفرت اور کلی اجتناب کی تعلیم دینے والا بھی نہیں ہو سکتا بلکہ اس میں لازماً ایسی گنجائش رکھی گئی ہے کہ انسان اپنی فطرت کے اس اقتضا کو پورا کر سکے جیوانی سرشت کے اقتضا اور کارخانہ قدرت کے مقرر کردہ اصول و طریقہ کو جاری رکھنے کے لیے قدرت نے صنفی انتشار کے تمام دروازے مسدود کر دیئے، اور ”نکاح“ کی صورت میں صرف ایک دروازہ کھولا۔ کسی بھی آسمانی مذہب و شریعت نے اس کے بغیر مرد و عورت کے باہمی اجتماع کو جائز قرار نہیں دیا۔ پھر اسلامی شریعت میں یہاں تک حکم دیا گیا ہے کہ اس فطری ضرورت کو تم پورا کرو، مگر منتشر اور بے ضابطہ تعلقات میں نہیں، چوری چھپے بھی نہیں، کھلے بندوں بے حیائی کے طریقے پر بھی نہیں؛ بلکہ با قاعدہ اعلان و اظہار کے ساتھ، تاکہ تمہاری سوسائٹی میں یہ بات معلوم اور مسلم ہو جائے کہ فلاں مرد اور عورت ایک دوسرے کے ہو چکے ہیں۔

نبی کریم ﷺ ایک ایسی قوم میں مبouth ہوئے تھے، جو تہذیب و تمدن کے ابتدائی درجہ میں تھی آپ ﷺ کے سپرد اللہ نے صرف یہی کام نہیں کیا تھا کہ ان کے عقائد و خیالات درست کریں بلکہ یہ خدمت بھی آپ ﷺ کے سپردی کہ ان کا طرزِ زندگی، بودباش اور رہن سہن بھی ٹھیک اور درست کریں۔ ان کو انسان بنائیں، انہیں شائستہ اخلاق، پاکیزہ معاشرت، مہذب تمدن، نیک معاملات اور عمدہ آداب کی تعلیم دیں، یہ مقصد محض و عنط و تلقین اور قیل و قال سے پورا نہیں ہو سکتا تھا، تیس سال کی مختصر مدّتِ حیات میں ایک پوری قوم کو حشیت کے بہت نیچے مقام سے اٹھا کر تہذیب کے بلند ترین مرتبہ تک پہنچادینا اس طرح ممکن نہ تھا کہ محض مخصوص اوقات میں ان کو بلا کر کچھ زبانی ہدایات دیدی جائیں۔ اس کے لیے ضرورت تھی کہ آپ ﷺ خود اپنی زندگی میں ان کے سامنے انسانیت کا ایک مکمل ترین نمونہ پیش کرتے اور ان کو پورا

موقع دیتے کہ اس نمونہ کو دیکھیں اور اپنی زندگیوں کو اس کے مطابق بنائیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انہائی ایثار تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی کے ہر شعبہ کو قوم کی تعلیم کے لیے عام کر دیا۔ اپنی کسی چیز کو بھی پرائیویٹ اور مخصوص نہ رکھا۔ حتیٰ کہ ان معاملات کو بھی نہ چھپایا جبکہ دنیا میں کوئی شخص عوام کے لئے کھولنے پر آمادہ نہیں ہو سکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا غیر معمولی ایثار اس لئے کیا تاکہ رہتی دنیا تک کے لئے لوگوں کو بہترین نمونہ اور عمدہ نظیر مل سکے۔ اسی اندر ورنی اور خانگی حالات دنیا کے سامنے پیش کرنے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد نکاح فرمائے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نجی زندگی کے تمام حالات نہایت وثوق اور اعتماد کے ساتھ دنیا کے سامنے آجائیں اور ایک کثیر جماعت کی روایت کے بعد کسی قسم کا شک و شبہ باقی نہ رہے اور شریعت کے وہ احکام و مسائل جو خاص عورتوں سے متعلق ہیں اور مردوں سے بیان کرنے میں حیاء اور حجاب مانع ہوتا ہے ایسے احکام شرعیہ کی تبلیغ از وابح مطہرات کے ذریعہ سے ہو جائے۔

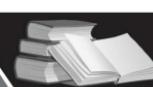
انہائی کے اضطراب میں، مصیبتوں کے ہجوم میں اور ستمگاریوں کے تلاطم میں ساتھ دینے والی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غمگسار بیوی ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا رمضان ۱۰ء نبوت میں جب انتقال ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار سال بعد یہ ضروری سمجھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم میں کوئی ایسی چھوٹی عمر کی خاتون داخل ہوں جنہوں نے اپنی آنکھ اسلامی ماحول میں ہی میں کھولی ہو اور جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے میں آ کر پروان چڑھیں، تاکہ ان کی تعلیم و تربیت ہر لحاظ سے مکمل اور مثالی طریقہ پر ہو اور وہ مسلمان عورتوں اور مردوں میں اسلامی تعلیمات پھیلانے کا موثر ترین ذریعہ بن سکیں۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے مشیت الہی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو منتخب فرمایا اور شوال ۳ء قبل الحجر ہ مطابق ۲۲۰ /۶۴ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح ہوا، اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر جمہور علماء کے یہاں چھ سال تھی اور تین سال بعد جب وہ ۹ سال کی ہو چکی تھیں اور ان کی والدہ محترمہ حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا نے آثار و قرائیں سے یہ اطمینان حاصل کر لیا تھا کہ وہ اب اس عمر کو پہنچ چکی ہیں کہ خصتی کی جاسکتی ہے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس روانہ فرمایا اور اس طرح خصتی کا عمل انجام پایا۔ (مسلم جلد ۲، صفحہ ۲۵۶، اعلام النساء صفحہ ۱۱، جلد ۳، مطبوعہ بیروت)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے والدین کا گھر تو پہلے ہی نور اسلام سے منور تھا، عالم طفویلیت ہی میں انہیں

کا شانہ سبتوں تک پہنچا دیا گیا تا کہ ان کی سادہ لوح دل پر اسلامی تعلیم کا گہرائی مترجم ہو جائے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ پیغمبر نے اپنی اس نو عمری میں کتاب و سنت کے علوم میں گہری بصیرت حاصل کی۔ اسوہ حسنہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال و ارشادات کا بہت بڑا ذخیرہ اپنے ذہن میں محفوظ رکھا اور درس و تدریس اور نقل و روایت کے ذریعہ سے اُسے پوری امت کے حوالہ کر دیا۔ حضرت عائشہؓ پیغمبر کے اپنے اقوال و آثار کے علاوہ ان سے دو ہزار دو سو دس (۲۲۱۰) مرفوع احادیث صحیح مردوی ہیں۔ اور حضرت ابو ہریرہؓ پیغمبر کو چھوڑ کر صحابہ و صحابیات میں سے کسی کی بھی تعدادِ حدیث اس سے زائد نہیں۔

بعض مریضانہ ذہن و فکر کرنے والے افراد کے ذہن میں یہ خلش اور بحث پائی جاتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت عائشہؓ پیغمبر سے اس کم سنی میں نکاح کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اور یہ کہ اس چھوٹی سی عمر میں حضرت عائشہؓ پیغمبر سے نکاح کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے موزوں اور مناسب نہیں تھا؟ چنانچہ ایک یہودی مستشرق نے انٹرنیٹ پر اس قسم کا اعتراض بھی اٹھایا ہے اور اس طرح اس نے بعض حقائق واقعات، سماجی روایات، موئی حالات اور طبی تحقیقات سے اعراض اور چشم پوشی کا اظہار بھی کیا ہے کہ حضرت عائشہؓ پیغمبر سے نکاح اور رخصتی اس کم سنی میں کیوں کر ہوئی؟

یہ اعتراض درحقیقت اس مفروضہ پر مبنی ہے کہ حضرت عائشہؓ پیغمبر میں وہ اہلیت و صلاحیت پیدا نہیں ہوئی تھی جو ایک خاتون کو اپنے شوہر کے پاس جانے کے لئے درکار ہوتی ہے، حالانکہ اگر عرب کے اس وقت کے جغرافیائی ماحول اور آب و ہوا کا تاریخی مطالعہ کریں تو یہ واقعات اس مفروضہ کی بنیاد کو کھوکھلی کر دیں گے، جس کی بناء پر حضرت عائشہؓ پیغمبر کے نکاح کے سلسلہ میں ناروا اور بیجا طریقہ پر لب کو حرکت اور قلم کو نہیں شدی گئی ہے۔ سب سے پہلے یہ ذہن میں رہے کہ اسلامی شریعت میں صحت نکاح کے لیے بلوغ شرط نہیں ہے سورہ ”اطلاق“ میں نابالغ کی عدت تین ماہ بتائی گئی ہے، واللّٰهُ لَمْ يَحْضُنْ (المائدہ: ۳۶) اور ظاہر ہے کہ عدت کا سوال اسی عورت کے معاملہ میں پیدا ہوتا ہے جس سے شوہر خلوت کر چکا ہو؛ کیوں کہ خلوت سے پہلے طلاق کی صورت میں سرے سے کوئی عدت ہی نہیں ہے۔ (الاحزاب: ۳۹) اس لیے ”واللّٰهُ لَمْ يَحْضُنْ“ سے ایسی عورت کی عدت بیان کرنا جنہیں ماہواری آنا شروع نہ ہوا ہو صراحت کے ساتھ اس بات پر دلالت کرتا



ہے کہ اس عمر میں نہ صرف لڑکی کا نکاح کر دینا جائز ہے بلکہ شوہر کا اس کے ساتھ خلوت کرنا بھی جائز ہے۔ (احکام القرآن للجصاص جلد ۲، صفحہ ۲۲۔ الفقہ الاسلامی وادلات جلد ۷ صفحہ ۱۸)

حضرت عائشہؓ شیعہ کی نسبت قبل و ثوق ذرائع سے معلوم ہے کہ ان کے جسمانی قوی بہت بہتر تھے اور ان میں قوت نشوونما بہت زیادہ تھی۔ ایک تو خود عرب کی گرم آب و ہوا میں عورتوں کے غیر معمولی نشوونما کی صلاحیت ہے۔ دوسرے عام طور پر یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جس طرح ممتاز اشخاص کے دماغی اور ذہنی قوی میں ترقی کی غیر معمولی استعداد ہوتی ہے، اسی طرح قدوقامت میں بھی بالیدگی کی خاص صلاحیت ہوتی ہے۔ اس لیے بہت تھوڑی عمر میں وہ قوت حضرت عائشہؓ شیعہ میں پیدا ہو گئی تھی جو شوہر کے پاس جانے کے لیے ایک عورت میں ضروری ہوتی ہے۔ داؤدی نے لکھا ہے کہ وکالت عائشہ شبت شبیاباً حسننا یعنی حضرت عائشہؓ شیعہ نے بہت عمدگی کے ساتھ سن شباب تک ترقی کی تھی (نووی ۳/۲۵۶) حضرت عائشہؓ شیعہ کے طبعی حالات تو ایسے تھے ہی، ان کی والدہ محترمہ نے ان کے لیے ایسی باتوں کا بھی خاص اہتمام کیا تھا جو ان کے لیے جسمانی نشوونما پانے میں مدد و معاون ثابت ہوئی۔ چنانچہ ابو داؤد جلد دوم صفحہ ۱۹۸ اور ابن ماجہ صفحہ ۲۲۶ میں خود حضرت عائشہؓ شیعہ کا بیان مذکور ہے کہ ”میری والدہ نے میری جسمانی ترقی کے لیے بہترین تدبیریں کیں۔ آخر ایک تدبیر سے خاطر خواہ فائدہ ہوا، اور میرے جسمانی حالات میں بہترین انقلاب پیدا ہو گیا“ اس کے ساتھ اس نکتہ کو بھی فراموش نہ کرنا چاہئے کہ حضرت عائشہؓ شیعہ کو خود ان کی والدہ نے بدون اس کے کہ آنحضرت ﷺ کی طرف سے رخصتی کا تقاضا کیا گیا ہو، خدمتِ نبوی میں بھیجا تھا اور دنیا جانتی ہے کہ کوئی ماں اپنی بیٹی کی دشمن نہیں ہوتی بلکہ لڑکی سب سے زیادہ اپنی ماں ہی کی عزیز اور محبوب ہوتی ہے۔ اس لیے ناممکن اور محال ہے کہ انھوں نے ازدواجی تعلقات قائم کرنے کی صلاحیت واہلیت سے پہلے ان کی رخصتی کر دی ہو اور اگر تھوڑی دیر کے لیے مان لیا جائے کہ عرب میں عموماً لڑکیاں ۹/برس میں بالغ نہ ہوتی ہوں تو اس میں حیرت اور تجہب کی کیا بات ہے کہ استثنائی شکل میں طبی اعتبار سے اپنی ٹھوس صحت کے پس منظر میں کوئی لڑکی خلاف عادت ۹/برس ہی میں بالغ ہو جائے، جو ذہن و دماغ منفی سوچ کے عادی بن گئے ہوں اور وہ صرف شکوہ و شبہات کے جال بننے کے خواگر ہوں انھیں تو یہ واقعہ

جهالت یا تجہیل عارفانہ کے طور پر حیرت انگیز بنائے کر پیش کرے گا لیکن جو ہر طرح کی ذہنی عصیت و جانبداری کے خول سے باہر نکل کر عدل و انصاف کے تناظر میں تاریخ کا مطالعہ کرنا چاہتے ہوں وہ جان لیں کہ نہایت مستند طریقہ سے ثابت ہے کہ عرب میں بعض لڑکیاں ۹ / برس میں ماں اور اٹھارہ برس کی عمر میں نانی بن گئی ہیں۔ سنن دارقطنی میں ہے حدیثی عباد بن عباد المھلبی قال ادرکت فینا یعنی المھلبۃ امرأۃ صارت جدۃ وہی بنت ثمان عشرۃ سنۃ، ولدت تسع سنین ابنة، فولدت ابنتهما لتسع سنین فصارت هی جدۃ وہی بنت ثمان عشرۃ سنۃ (دارقطنی، جلد ۳، صفحہ ۳۲۳، مطبوعہ: لاہور پاکستان) خود ہمارے ملک ہندوستان میں یہ خبر کافی تحقیق کے بعد شائع ہوئی ہے کہ وکٹوریہ ہسپتال دہلی میں ایک سات سال سے کم عمر کی لڑکی نے ایک بچہ جنمائے۔ (دیکھئے اخبار ” مدینہ“ بجنور، مجریہ کیم جولائی ۱۹۳۲ / بحوالہ نصرت الحدیث صفحہ ۱۷۱)

جب بر صغیر جیسے معتدل اور متوسط ماحول و آب و ہوا اے ملک میں سات برس کی لڑکی میں یہ استعداد پیدا ہو سکتی ہے تو عرب کے گرم آب و ہوا اے ملک میں ۹ / سال کی لڑکی میں اس صلاحیت کا پیدا ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنی لڑکی ام کلثوم کا نکاح عروۃ بن الزبیر سے اور عروۃ بن الزبیر نے اپنی تجھی کا نکاح اپنے سمجھتی تھی سے اور عبداللہ بن مسعودؓ کی بیوی نے اپنی لڑکی کا نکاح ابن المسیب بن نجہب سے کم سنی میں کیا۔ (الفقه الاسلامی و ادلة جلد ۱، صفحہ ۱۸۰)

ان حضرات کا کم سنی میں اپنی لڑکیوں کا نکاح کر دینا بھی اس بات کی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ اس وقت بہت معمولی عمر میں ہی بعض لڑکیوں میں شادی و خلوت کی صلاحیت پیدا ہو جاتی تھی، تو اگر حضرت عائشہؓ کا نکاح ۶ / برس کی عمر میں ہوا تو اس میں کیا استبعاد ہے کہ ان میں جنسی صلاحیتیں پیدا نہ ہوئی ہوں۔ جیسا کہ ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ ان کی والدہ نے خصوصیت کے ساتھ اس کا اہتمام کیا تھا الغرض شوہر سے ملنے کے لیے ایک عورت میں جو صلاحیتیں ضروری ہوتی ہیں وہ سب حضرت عائشہؓ میں موجود تھیں۔ لہذا اب یہ تیال انتہائی فاسدہ ہن کا غماز ہو گا اور موسمی، ملکی، خاندانی اور طبی عالات سے اعراض اور چشم پوشی کا مترادف ہو گا کہ حضرت عائشہؓ سے کم سنی میں شادی کرنے کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا ضرورت تھی؟ علاوہ ازیں

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ماسوے جملہ ازوں مطہرات رضی اللہ عنہم بیوہ، مطلقہ یا شوہر دیدہ تھیں، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کم سنی میں ہی اس لئے نکاح کر لیا گیا تاکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ عرصہ تک اکتساب علوم کر سکیں۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے توسط سے لوگوں کو دین و شریعت کے زیادہ سے زیادہ علوم حاصل ہو سکیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (48) اڑتا لیس سال زندہ رہیں، زرقانی کی روایت کے مطابق ۲۶ھ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہوا۔ ۹/ برس میں رخصتی ہوئی آپ کے ساتھ ۹/ سال رہیں اور آپ کی وفات کے وقت ان کی عمر ۱۸ برس تھی۔ (زرقانی، الاستیعاب) اور صحابہ و تابعین ان کی خداداد ذہانت و فراست، ذکاوت و بصیرت اور علم و عرفان سے فیض حاصل کرتے رہے، اور اس طرح ان کے علمی و عرفانی فیوض و برکات ایک لمبے عرصہ تک جاری رہے۔ (زرقانی جلد ۳، صفحہ ۲۲۹-۲۳۶)

حقیقت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی ایسا آدمی دنیا میں نہیں گز راجو کامل ۲۳ برس تک ہر وقت، ہر حال میں منظر عام پر زندگی بسر کر لے، سینکڑوں ہزاروں آدمی اس کی ایک ایک حرکت کے تجسس میں لگے ہوئے ہوں۔ اپنے گھر میں اپنی بیویوں اور اپنی اولاد کے ساتھ برتاؤ کرتے ہوئے بھی اس کی جانچ پڑھتاں ہو رہی ہو اور اتنی گھری تلاش کے بعد نہ صرف یہ کہ اس کے کیرکیٹ پر ایک سیاہ چھینٹ تک نظر نہ آئے بلکہ یہ ثابت ہو کہ جو کچھ وہ دوسروں کو تعلیم دیتا تھا، خود اس کی اپنی زندگی اس تعلیم کا مکمل نمونہ تھی بلکہ یہ ثابت ہو کہ اس طویل زندگی میں وہ کبھی ایک لمحہ کے لیے بھی عدل و تقویٰ اور سچائی و پاکیزگی کے معیاری مقام سے نہیں ہٹا بلکہ یہ ثابت ہو کہ جن لوگوں نے سب سے زیادہ قریب سے اس کو دیکھا وہی سب سے زیادہ اس کے گرویدہ اور معتقد ہوئے۔ صلی اللہ علیہ وسلم

یہی وجہ ہے کہ انسان کی پوری آبادی میں ”انسانِ کامل“ کہلانے جانے کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی مستحق ہیں اور عیسائی سائنسداروں نے جب تاریخ عالم میں ایسے شخص کو جو اپنی شخصیت کے جگہ گاتے اور گھرے نقوش چھوڑے ہیں سب سے پہلے نمبر پر رکھ کر اپنی کتاب کا آغاز کرنا چاہا تو اس نے دیانت کا ثبوت دیتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اپنے من پسند کسی سائنسدار کا تذکرہ نہیں کیا بلکہ اس کی نظر انتخاب اسی پر پڑی اور اسی سے اپنی کتاب کا آغاز کیا جسے دنیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے جانتی اور پہچانتی ہے۔ اس

لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی جلوٹ کی ہو یا خلوٹ کی ایک کامل نمونہ ہے اور اس میں ایسا اعتدال و توازن پایا جاتا ہے کہ کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔ اور جب کوئی ”یرقانی“ نظر والے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں کسی کمی کو تلاش کریں تو حقیقت پسند شاعر یہ کہہ کر اس کی طرف متوجہ ہو گا۔

فرق آنکھوں میں نہیں، فرق ہے بینائی میں

عیب میں عیب، ہمدرد ہمدرد لکھتے ہیں

انٹرنیٹ کی دنیا سے قریبی تعلق رکھنے والے جانتے ہیں کہ اسلام کے خلاف مختلف شکوک و شبہات اور فتنے پیدا کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اس قسم کے شکوک و شبہات کا ازالہ اور فتنوں کا سد باب وقت کی اہم ترین ضرورت ہے، جو لوگ انٹرنیٹ کے ذریعہ فتنے کے شو شے چھوڑ دیتے ہیں ان کا منظم و منصوبہ بند طریقہ پر جواب دیا جائے کسی وجہ سے اگر علماء برادر است انگریزی میں جواب نہیں دے سکتے تو ان کا علمی تعاون حاصل کر کے جواب کی اشاعت عمل میں لائی جاسکتی ہے، زندگی کا کارروائی جب چلتا ہے تو گرد و غبار کا اٹھنا لازمی ہے لیکن منزل کی طرف رو ایں دو ایں رہنے ہی میں منزل پر پہنچا جا سکتا ہے لیکن اس کے لئے قدم میں طاقت اور دست و بازو میں قوت چاہئے۔ ع

اس بحرِ حوادث میں قائم پہنچے گا وہی اب ساحل تک

جو مومن بلاعہ کا خوگر ہورخ پھیر سکے طوفانوں کا



## اصحابی کالنجوم

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں اپنے رب سے اپنے صحابہ کے اختلاف کے بارے میں سوال کیا جو میرے بعد ہو گا تو میری طرف وہی کی گئی کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تمہارے صحابہ میرے نزدیک آسمان کے تاروں کی مانند ہیں بعض بعض سے قوی ہیں اور ہر ایک کے لئے نور ہے اپنے اختلاف میں وہ جس موقف پر ہیں ان میں سے کوئی کو اختیار کرے وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایہ میرے صحابہ تاروں کی مانند ہیں ان میں سے کس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ (مشکوٰۃ)



## اجتیاعی قربانی میں ہونے والی غلطیوں کا

### ایک عمومی جائزہ

#### مولانا محمد معاذ اشرف صاحب

قربانی کا وقت قریب ہے اور اجتیاعی قربانی کا عام رواج ہو رہا ہے جس میں شرعی اعتبار سے بہت خامیوں کا علم ہوا ہے۔ جن کا علم ہونا اجتیاعی قربانی کے شرکاء کے لیے ضروری ہے، اس موضوع پر عزیزم مولانا محمد معاذ اشرف صاحب نے بنده کے مشورے سے یہ نہایت اہم مضمون لکھا ہے جسے عام کرنے کی ضرورت ہے۔۔۔ مفتی محمد تقی عثمانی صاحب

اللہ تعالیٰ کی راہ میں جانور کی قربانی وہ عظیم عبادت ہے جو حضرت آدمؐ کے زمانے سے چلی آرہی ہے جیسا کہ خود قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

ولکل امة جعلنا منسکا ليدن کرو ۱ اسم الله على ما رزقهم من بهيمة الانعام (سورۃ الحج) اور ہم نے ہرامت کے لیے قربانی اس غرض کے لیے مقرر کی ہے کہ وہ ان مویشیوں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ نے انہیں عطا فرمائے ہیں۔ (آسان ترجمہ قرآن) گویا قربانی ایک ایسی عبادت ہے جو ہرامت میں کسی نہ کسی شکل میں موجود رہی ہے۔ امت محمد یہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام پر بھی قربانی ایک عظیم عبادت کے طور پر اپنی خاص شرائط کے ساتھ فرض ہے اور الحمد للہ مجموعی طور پر مسلمانوں میں اس عبادت کو انجام دینے کا خاص اہتمام بھی نظر آتا ہے۔ دیگر فرض عبادات کی طرح اس عبادت کو انجام دینے کی بھی کچھ شرائط ہیں، اگر ان پر عمل نہ کیا جائے تو یہ عظیم عبادت، عبادت ہی نہیں رہتی۔ گذشتہ کچھ عرصے سے اس عبادت کی انجام دہی میں چند بنیادی خرابیاں بکثرت دیکھنے کو مل رہی ہیں:



1:- پہلی خرابی یہ کہ قربانی جیسے عظیم عمل کو سمجھ لیا گیا ہے کہ یہ مخفی کوئی رسم یا شوق پورا کرنے کا نام ہے، لہذا عبادت کا پہلو جب نظر وہ اچھل رہتا ہے تو اس کی شرائط اور آداب وغیرہ کی حیثیت بالکل ثانوی سی ہو جاتی ہے، بلکہ جس طرح دیگر رسول میں اکثر دکھاوے اور شوق پورا کرنے کے لیے سب کچھ کیا جاتا ہے، وہی سب اس میں بھی بکثرت دیکھنے اور سننے کو مل رہا ہے چنانچہ عید الاضحی کے دن قربانی کا عمل پورے ”جوش و خروش“ کے ساتھ انعام دیا جاتا ہے، لیکن بسا اوقات اس میں شرعی احکامات کی پابندی کو زیادہ خاطر میں نہیں لایا جاتا، بلکہ لوگوں کے ذہنوں میں یہ تصور بھی اب رفتہ رفتہ دھندا پڑتا جا رہا ہے کہ قربانی کوئی عبادت بھی ہے۔

2:- دوسری خرابی جو درحقیقت پہلی خرابی ہی سے وجود میں آئی ہے، وہ یہ ہے کہ اجتماعی قربانی کو بڑے پیمانے پر کمرشل بنیادوں پر انعام دیا جانے لگا ہے اور اس کو مستقل طور پر ایک کاروبار سمجھ لیا گیا ہے۔ نیز پھر بڑے بڑے برانڈز کی اس عمل میں شمولیت نے وہ کچھ مناظر دکھائے ہیں جن کا تصور روشنگ کھڑے کر دینے کے لیے کافی ہے۔ اس مختصر تحریر کو لکھنے کا بنیادی مقصد اسی دوسری قسم کی خرابی اور اس کے سنگین نتائج سے امت کو آگاہ کرنا ہے اور اس کے ضمن میں چند وہ مسائل بھی ان شاء اللہ آجاں میں گے جن کا تعلق نجی طور پر انعام دی جانے والی مشترکہ قربانی سے ہے۔

اب سے چند سالوں پہلے تک صورت حال یہ تھی کہ بڑی سطح پر اجتماعی قربانی مدارس یا رفاهی اداروں تک محدود تھی، جن کا اصل مقصد اس عمل سے پیسہ کمانا نہیں تھا اور بالعموم قربانی کا پورا عمل علماء کرام کے زیر نگرانی انعام دیا جاتا تھا اور الحمد للہ مدارس میں بالخصوص اس بات کا اہتمام اب بھی کیا جاتا ہے کہ قربانی کی عظیم الشان عبادت کو اس کی تمام شرائط و آداب کے ساتھ انعام دیا جائے لیکن اب کچھ عرصے سے اجتماعی قربانی جیسی عبادت مخفی ایک کاروبار کی شکل اختیار کرتی جا رہی ہے جس میں اصل مقصد پیسہ کمانا ہے بڑے بڑے برانڈز کمرشل بنیادوں پر اس کام میں پیش پیش ہیں نتیجہ یہ کہ کچھ عرصے سے روشنگ کھڑے کر دینے والی تفصیلات اور تشویشاں کے خبریں سننے کو مل رہی ہیں اور مشاہدے میں آرہی ہیں اگر ان خرابیوں سے پیدا ہونے والے نتائج کو سامنے رکھا جائے تو یہ خرابیاں بھی دو طرح کی ہیں:



## پہلی قسم کی خرابیاں:

یہ وہ خرابیاں ہیں جن کی وجہ سے قربانی کا فریضہ سرے سے اداہی نہیں ہوتا۔

## دوسری قسم کی خرابیاں:

دوسری قسم کی خرابیاں وہ ہیں جن کی وجہ سے قربانی تو درست ہو جاتی ہے البتہ قربانی ہی سے متعلق دیگر معاملات میں حرام اور ناجائز کاموں کا ارتکاب ہو رہا ہے اس خرابی کا زیادہ تر تعلق اجتماعی قربانی کرنے والے اداروں سے ہے۔

یہاں ان دونوں طرح کی خرابیوں میں سے چند خرابیوں کا ذکر اس مقصد سے کیا جا رہا ہے کہ وہ حضرات جو ادارے کی حیثیت سے اجتماعی قربانی انجام دے رہے ہیں یا ایسے ہی کسی ادارے کے ذریعہ قربانی کروارہے ہیں وہ انتہائی احتیاط سے کام لیں اور اس عبادت کو عبادت سمجھ کر پوری ذمہ داری کے ساتھ انجام دینے کی کوشش فرمائیں۔

## عید سے پہلے قربانی

گذشتہ سال بندے کے ایک بہت ہی قریبی عزیز نے جو باقاعدہ خود بھی عالم ہیں یا اطلاع دی ہے کہ ایک نامور برائڈ کے منتظم اور ذمہ دار نے خود ان سے شرعی رہنمائی کے لیے دو سوالات پوچھے یہ برائڈ دراصل چند سالوں سے اجتماعی قربانی کا کام انجام دے رہا ہے لیکن ذمہ دار نے جو سوالات پوچھے وہ روشنگئے کھڑے کر دینے والے ہیں۔

پہلا سوال اس ذمہ دار نے یہ پوچھا کہ ہمارا برائڈ چونکہ ایک نامور برائڈ ہے لہذا لوگوں کی ایک بڑی تعداد ہے جو ہمارے ہاں اجتماعی قربانی میں حصہ ڈالتی ہے یا اپنی انفرادی قربانی ہم سے کرواتی ہے جس کے نتیجے میں ایک اچھی بڑی تعداد میں قربانی ہوتی ہے۔ اتنے بڑے پیمانے پر ہونے والی قربانی کا نظم صرف عید کے تین دنوں میں آسان نہیں ہوتا اور پھر اس میں یہ ذمہ داری بھی ہوتی ہے کہ ہر شریک کو قربانی کا گوشت عید کے ایام میں پہنچ بھی جائے چنانچہ ہمارا معمول یہ ہے کہ ہم بغیر عید سے تین دن پہلے قربانی کا آغاز کر دیتے ہیں اور گوشت کو فریزر میں رکھنا شروع کر دیتے ہیں اس طرح ہمیں قربانی کے لیے زیادہ دن



مل جاتے ہیں اور عید کے ایام میں گوشت بروقت شرکاء تک پہنچ جاتا ہے۔ کیا ایسا کرنا جائز ہے؟۔

اس سوال پر بذاتِ خود کئی سوالیہ نشان ہیں۔ یہ وقت سے پہلے قربانی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہزاروں لوگوں کی مجموعی طور پر لاکھوں کروڑوں روپے کی قربانی بالکل ضائع گئی اور قربانی کا فریضہ ادا نہیں ہوا کیونکہ بہت سے دیگر فرانس کی طرح قربانی کا بھی ایک وقت ہے اور اس متعین وقت سے پہلے یا بعد میں اس کی ادائیگی اگر کر بھی لی جائے تو فریضہ ادا نہیں ہوتا۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی یہ چاہے کہ فجر کی نماز میں اٹھنا کیونکہ عموماً دشوار عمل معلوم ہوتا ہے لہذا میں رات کو سونے سے پہلے ہی فجر کی نماز پڑھ کر سو جاؤں اگرچہ ابھی فجر کا وقت شروع نہ ہوا ہو۔ ظاہر ہے کہ اس طرح وقت سے پہلے نماز پڑھ لینے سے فجر کی نماز کا فریضہ ادا نہیں ہوا۔  
بہر حال اس برانڈ سے قربانی کروانے والے چند حضرات سے بھی اس بات کی تصدیق ہوئی کہ ان کو بقر کے پہلے دن جو گوشت اس برانڈ کی جانب سے موصول ہوا وہ فریزر کا جما ہوا گوشت تھا اور اس بات پر وہ حضرات خود بھی حیران تھے کہ اتنی جلدی گوشت کیسے جم سکتا ہے؟۔

### وکیل اور مؤکل کے اوقات میں فرق

اسی واقعہ کے ضمن میں اسی طرح کا ایک اور مسئلہ بیان کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے جو بکثرت پیش آتا ہے اور عام طور پر اس کی طرف ذہن نہیں جاتا وہ مسئلہ یہ ہے کہ بعض اوقات قربانی کروانے والا مؤکل اور اس کی طرف سے قربانی کرنے والا وکیل دونوں الگ الگ ملکوں میں ہوتے ہیں مثلاً ایک امریکہ میں ہے اور دوسرا پاکستان میں جس کی وجہ سے اکثر عید الاضحیٰ کے دنوں میں بھی فرق پڑ جاتا ہے چنانچہ اس میں یہ بے احتیاطی اکثر سننے میں آتی ہے کہ ابھی مؤکل کے ہاں قربانی کا وقت شروع نہیں ہوتا جب کہ وکیل اپنے ہاں قربانی کر دیتا ہے کیونکہ وکیل کے ہاں قربانی کا وقت شروع ہو چکا ہوتا ہے۔ شرعی مسئلہ یہ ہے کہ مؤکل کی قربانی کا فریضہ ادا نہیں ہوتا اگرچہ وکیل کے ہاں قربانی کا وقت ہو چکا ہوا سی طرح بعض اوقات وکیل کے ہاں تو قربانی کا وقت باقی ہوتا ہے لیکن مؤکل کے ہاں قربانی کے ایام گزر چکے ہوتے ہیں بہر حال ایسی صورت میں یہ مسئلہ ذہن میں رہنا ضروری ہے کہ جب قربانی کی جاری ہو تو وکیل اور مؤکل دونوں کے ہاں قربانی کا وقت ہونا ضروری ہے۔

## بکرے کے دو حصے

دوسرہ سوال اس براہنڈ کے ذمہ دار نے یہ پوچھا کہ ہمارے ہاں جب کوئی شخص بکرے کی قربانی کرواتا ہے تو ہم اس کو وزن کے ایک متعین مقدار بتا دیتے ہیں کہ آپ کو اتنا گوشت ملے گا۔ مثلاً یہ طے ہو جاتا ہے کہ آپ کو دس کلو گوشت ملے گا پھر بعض اوقات ایسا بھی کرتے ہیں کہ ہم ایک ایسا بڑا بکرا ذبح کر لیتے ہیں جو بیس کلو یا اس سے زائد ہو، تو ہم اس ایک بکرے کے گوشت کو دو لوگوں میں تقسیم کر دیتے ہیں یعنی 10 کلو ایک کو اور 10 کلو دوسرے کو دیتے ہیں۔ کیا ایسا کرنا جائز ہے؟۔

یہاں بھی قربانی درست نہیں ہوئی کیونکہ گائے اور اونٹ کے علاوہ جو چھوٹے جانور ہیں، مثلاً بکرا اور دنہبہ وغیرہ ان میں شرکت درست نہیں ہوتی بلکہ چھوٹا جانور صرف ایک ہی شخص کی طرف سے ہو سکتا ہے۔

## گوشت کے وزن کی تعین

یہ تو اس ایک براہنڈ کی بات تھی بعض دوسرے اداروں کے متعلق بھی یہ سننے میں آیا ہے کہ وہ پہلے سے وزن متعین کر دیتے ہیں اور ٹھیک اسی وزن کے حساب سے لوگوں کو گوشت مہیا کر دیتے ہیں اور جو گوشت فج جاتا ہے وہ بغیر کسی پیشگی اجازت کے اپنے پاس رکھ لیتے ہیں۔ یہاں دو باتیں قابل غور ہیں، اول یہ کہ پہلے سے وزن کا متعین ہو جانا اور پھر بالکل اسی وزن کے حساب سے گوشت کی تقسیم انتہائی تشویشاک ہے کیونکہ ایسا ہونا تقریباً ناممکن ہے کہ ہر بکرا ایک ہی وزن کا ہو چنانچہ جہاں وزن متعین ہوتا ہے وہاں اس جیسی خرابی کا پیش آ جانا کوئی بعد نہیں جوابی دوسرے سوال کے ضمن میں گزرنی ہے۔ یعنی ایک ہی بکرے میں دو لوگوں کو شریک کر دیا جائے۔ ظاہر ہے کہ جب قربانی کی بنیاد قربانی کے جانور کے بجائے متعین مقدار گوشت پر ہوگی تو اس میں یا تو ناجائز شرکت ہوگی یا کسی کی قربانی کا گوشت کسی اور کو دے یا جائے گا۔ ہاں البتہ اس بات کی گنجائش ہے کہ ایک اندازہ مقرر کر لیا جائے کہ تقریباً گوشت اتنا ہو گا لیکن تقسیم مذبوحہ جانور سے حاصل ہونے والے گوشت کے اصل وزن ہی کی بنیاد پر کی جائے، چاہے اس میں گوشت کا وزن پہلے سے متعین کردہ مقدار کے برابر ہو یا اس سے کم یا زیاد۔ دوسری بات قابل غور یہ ہے کہ مقررہ وزن سے زائد ہونے کی صورت میں ادارے کا اس گوشت کو اپنے پاس بغیر پیشگی اجازت کے رکھ

لینا جائز نہیں کیونکہ جو ادارے اس طرح لوگوں کے لیے اجتماعی قربانی کرتے ہیں وہ عموماً قربانی کروانے والوں کے دکیل ہوتے ہیں، قربانی کے جانور اور اس کے گوشت وغیرہ کے مالک نہیں ہوتے لہذا اصل مالک کی اجازت کے بغیر گوشت وغیرہ میں اس طرح تصرف کرنا جائز نہیں۔

اس کے برعکس ایک برائٹ کے ذمہ دار نے بندے کو خود اپنے ادارے کے متعلق یہ معلومات فراہم کیں کہ ہم لوگ گوشت کے لیے ایک وزن معین کر دیتے ہیں اگر زیادہ نکل آئے تو قربانی کروانے والوں کی قسم اور اگر کم نکل آئے تو ادارہ چونکہ اپنے بھی جانور علیحدہ سے قربان کرتا ہے لہذا گوشت کے وزن میں کمی کی صورت میں ہم اپنے جانور کا گوشت اس میں شامل کر کے وزن پورا کر دیتے ہیں۔

بعض جگہوں سے متعلق یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ وہاں حصے کی قیمت کے اعتبار سے وزن معین کیا جاتا ہے یعنی مثلاً ایک حصہ دو ہزار روپے کا ہے تو اس کو دوں کلو گوشت ملے گا، دوسرا حصہ تین ہزار کا ہے تو اس کو 2 کلو گوشت ملے گا وغیرہ یہ تمام صورتیں انتہائی تشویشناک ہیں۔

### وزن میں بے احتیاطی

اوپر بیان کردہ صورت کے برعکس جہاں بنیاد ہی وزن کو بنایا جاتا ہے یہ خبریں بھی عام ہیں کہ وزن کوسرے سے اہمیت ہی نہیں دی جاتی بلکہ حصہ داروں کے درمیان اندازے سے گوشت تقسیم کر دیا جاتا ہے، شرعاً یہ طریقہ بھی درست نہیں کیونکہ گوشت اموال ربویہ میں سے ہے یعنی اس میں ربکے احکامات جاری ہوتے ہیں لہذا ہر شریک کو برابر وزن ملنا چاہئے اس کا تفصیلی طریقہ ان شاء اللہ آگے آرہا ہے۔

غرض وزن کے معا靡ے میں لوگ عموماً افراط و تفریط کا شکار ہیں یا تو وزن کوسرے سے اہمیت ہی نہیں دی جاتی، یا اتنی اہمیت دی جاتی ہے کہ قربانی کے بجائے گوشت کا حصول ہی اصل مقصد بن کر رہ جاتا ہے۔

### خراب گوشت کو صحیح گوشت سے تبدیل کرنا

بعض لوگوں نے بتایا کہ ایسے اتفاقات بھی ہوئے ہیں کہ کسی ادارے کی جانب سے قربانی کا گوشت انتہائی خراب حالت میں موصول ہوا، اور جب اس پر اعتراض کیا گیا تو ادارے نے اس گوشت کو

تبدیل کر کے اس کی جگہ دوسرا گوشت بھیج دیا جو صحیح تھا اس طرح گوشت کی تبدیلی والا معاملہ بھی قابلِ اطمینان نہیں بلکہ تحقیق طلب ہے۔

### قربانی ہو جانے کے بعد قربانی میں شرکت

ایک قریبی دوست نے بتایا کہ ایک دفعہ ان سے ایک ایسے صاحب نے جو اجتماعی قربانی کا انتظام کرتے ہیں خود یہ ذکر کیا کہ ہمارا معمول یہ ہے کہ بعض اوقات بڑے جانور میں جب کچھ حصے بچ جاتے ہیں تو اس جانور میں ہم اپنی نیت کر لیتے ہیں بعد میں اگر کوئی حصہ ڈالنے کے لیے آتا ہے تو وہ حصہ ہم اس کو دے دیتے ہیں اگرچہ جانور کی قربانی بھی ہو چکی ہو چنانچہ اس حصے کا گوشت اس نئے شریک کو مل جاتا ہے جو قربانی کے بعد شریک ہوا۔

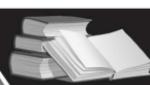
ذکورہ صورت میں اگر قربانی کے بعد کسی کو اس طرح شریک کیا جا رہا ہے کہ قربانی پہلے ہو گئی اور بعد میں اس سے پیسے لے کر گوشت اس کو حوالے کر دیا تو یہ عمل بالکل ناجائز بلکہ قربانی جیسی عبادت کے ساتھ ایک مذاق ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ اس طرح اس نئے شریک کی قربانی نہیں ہوئی بلکہ اگر قربانی کرنے والوں کی نیت شروع ہی سے قربانی کے بجائے گوشت یا اس کو پیچ کر رقم وصول کرنے کی تھی تو اس جانور میں شریک افراد میں سے کسی کی بھی قربانی درست نہیں ہوگی۔

### گوشت کو آپس میں خلط کر دینا

یہ اطلاعات بھی موصول ہوئی ہیں کہ گوشت کو قصداً آپس میں خلط ملٹ کر دیا جاتا ہے بالفاظ دیگر کوئی شخص ہاتھ لگا کر نہیں کہتا کہ میری گائے کایا بکرے کا گوشت ہے۔ اول تو بغیر کسی پیشگی اجازت کے قصداً ایسا کرنا درست نہیں نیز کمی پیشی کی صورت میں ربالازم آنے کے امکان کے ساتھ ساتھ نام انسانی کا یا احتمال بھی رہتا ہے کہ ایک شخص کے حصے میں صرف اعلیٰ درجہ کا گوشت چلا جائے جب کہ کسی اور کے حصے میں صرف ادنیٰ درجہ کا گوشت آجائے۔

### حصے کی تبدیلی

ایک اور مسئلہ یہ ہے کہ بعض ادارے اس طرح کرتے ہیں کہ مثلاً ایک شخص کا حصہ گائے نمبر ایک میں متعین کر دیا گیا تھا لیکن پھر کسی اہم شخصیت کی شمولیت یا کسی اور وجہ سے وہ حصہ کسی اور کو دے کر پہلے



شخص کا حصہ گائے نمبر 4 یا 5 میں منتقل کر دیا جاتا ہے اور حصہ دار کو اس کا علم تک نہیں ہوتا۔ عمل بھی جائز نہیں اس خاص صورت کے حوالے سے جامعہ دار العلوم کراچی سے باقاعدہ فتویٰ جاری ہو چکا ہے۔ (فتاویٰ: 74/854) اور البلاغ میں پہلے شائع ہو چکا ہے۔

### قربانی کے لیے رقم وصول کرنے کا مسئلہ

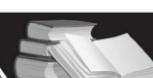
اجتیاعی قربانی کرنے والے ادارے جب قربانی کے لیے مختلف لوگوں سے رقم وصول کرتے ہیں تو

اس کی عموماً دو صورتیں ہوتی ہیں:

### پہلی صورت

اس صورت میں یہ ہوتا ہے کہ وصول شدہ رقم سے ادارہ وکیل کی حیثیت سے پہلے قربانی کے جانور خریدے گا اور پھر اس کی قربانی کا انتظام کرے گا جس میں قربانی سے متعلق دیگر اخراجات بھی شامل ہوتے ہیں مثلاً قصائی کی اجرت، جانور کا کھانا وغیرہ۔

اس صورت میں ادارہ کیونکہ وکیل کی حیثیت سے خریداری کرتا ہے اس لیے ادارے کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ خریداری اور دیگر اخراجات کی ادائیگی سے بچ جانے والی رقم ان کے اصل مالکان کو واپس کرے یا اس رقم کو صدقہ کرنے یا کسی اور مصرف میں استعمال کرنے کی پیشگی اجازت قربانی کروانے والوں سے حاصل کرے اور بچ جانے والی رقم کو اسی مصرف میں خرچ کرے۔ لیکن کچھ اداروں کے متعلق یہ اطلاعات موصول ہوئی ہیں کہ وہ بچ جانے والی رقم خود رکھ لیتے ہیں جب کہ اس حوالے سے کوئی پیشگی اجازت شرکاء سے نہیں لی جاتی۔ عمل جائز نہیں۔ بعض حضرات اس کی یہ تاویل کر سکتے ہیں کہ بچ جانے والی رقم درحقیقت وکیل کی اجرت ہے کیونکہ خدمات کے بدله میں اجرت بہر حال اس کا حق ہے لیکن شرعاً اس کا اجرت بننا بھی درست نہیں کیونکہ فریقین کے درمیان معلوم و متعین ہونا ضروری ہے جب کہ یہاں اجرت مجہول ہے لہذا بچ جانے والی رقم کی یہ تاویل درست نہیں چنانچہ گائے کی قیمت یا اخراجات سے بچ جانے والی رقم حصہ داروں کو واپس کرنا ضروری ہے یا اگر اس رقم کو کسی مصرف میں لانے کی پیشگی اجازت لے لی گئی ہو تو اسی مصرف میں لگایا جائے اور اگر ادارہ اپنی خدمات کی اجرت وصول کرنا چاہتا ہے تو اس



صورت میں اجرت کا پہلے سے معلوم اور متعین ہونا ضروری ہوگا۔

### دوسری صورت

دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ ادارے نے پہلے سے کچھ جانور اس نیت سے خرید کر کھے ہوتے ہیں کہ قربانی کرنے والوں کو نفع کی غرض سے فروخت کریں گے اور ایک پورا پکج اس طرح بنادیا جاتا ہے کہ جانور کی خریداری سے لے کر قربانی تک تمام امور کی انجام دہی کے لیے ایک ہی متعین رقم وصول کی جاتی ہے ادارے کا منافع گائے کی قیمت اور قیمت فروخت کے درمیان فرق ہوتا ہے۔ اس صورت میں بھی عموماً ادارے کوئی رقم شرکاء کو واپس نہیں کرتے۔ اس سلسلے میں پہلے تو بندے کو بہت سی معلومات ان افراد سے موصول ہوئیں جو اس طریقہ کار کے مطابق قربانی انجام دینے والے اداروں سے قربانی کرواتے ہیں لیکن حاصل ہونے والی معلومات کی تصدیق اور مزید تفصیلات کا صحیح علم تب ہوا جب بندے کا رابطہ اسی طریقہ کار کے مطابق قربانی انجام دینے والے ایک بڑے برائند کے ذمہ دار سے ہوا۔ وہ ذمہ دار ان تمام معاملات کی بذات خود سرپرستی اور نگرانی فرماتے ہیں، ان صاحب سے جو معلومات حاصل ہوئیں ان پر چند وزنی فقہی اشکالات ہیں جو علماء کرام کے غور و فکر کے لیے ذیل میں تحریر کیے جا رہے ہیں:

پہلا امر یہ قبل غور ہے کہ اگر جانور ادارے کے پاس پہلے سے موجود ہوتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ادارہ اولاً قربانی کے شرکاء کو جانور فروخت کرتا ہے، پھر قربانی وغیرہ کی باقی خدمات انجام دینے میں شرکاء اور حصہ داروں کا وکیل ہوتا ہے۔ یہاں یہ بات توجہ طلب ہے کہ عموماً ایسی صورت میں جانور کی قیمت کا تعین علیحدہ سے نہیں ہوتا بلکہ ایک مجموعی رقم بتادی جاتی ہے جس میں قربانی سے متعلق جانور کے دیگر اخراجات بھی شامل ہوتے ہیں، مثلاً اگر کوئی شخص ایک پورے گائے قربان کر رہا ہے تو اس کو 80000 (ایسی ہزار) روپے مجموعی طور پر بتادیئے جاتے ہیں، اس میں گائے کی قیمت مثلاً ستر ہزار ہوتی ہے اور دس ہزار روپے اس پر آئندہ آنے والے اخراجات کی مدد میں وصول کیے جاتے ہیں۔

شرعی طریقہ درست معلوم نہیں ہوتا۔ بظاہر ایسی صورت میں جانور کی قیمت اور اخراجات وغیرہ کا الگ سے تعین ہونا ضروری ہے ورنہ خرید و فروخت کا یہ معاملہ درست نہیں ہوگا۔ کیونکہ اصلاً یہاں دو بالکل

اگل الگ معاملات ہیں، ایک معاملہ خرید و فروخت کا ہے اور دوسرا قربانی وغیرہ کے امور انجام دینے کے لیے ادارے کو کیل بنانے کا ہے۔ لہذا اگر جانور ادارے کے پاس پہلے سے موجود ہوں تو ادارے پر لازم ہے کہ وہ شرکاء کے علم میں یہ بات لے کر آئے، جانور کی قیمت کا الگ سے تعین کرے اور پھر باقاعدہ اس کی خرید و فروخت بھی کرے جب کہ عموماً اس میں سے کسی ایک بات کا بھی خیال نہیں رکھا جاتا بلکہ قربانی کروانے والوں کو اکثر اس بات کا سرے سے علم ہی نہیں ہوتا کہ ہم جانور کو باقاعدہ ادارے سے خرید رہے ہیں بلکہ وہ ادارے کو جانور خریدنے کا کیل سمجھتے ہیں۔

دوسرا مسئلہ گائے کی تعین کا ہے یعنی جب کوئی شخص مثلاً پوری گائے ادارے سے خریدتا ہے تو خرید و فروخت کے معاملے کے وقت گائے متعین نہیں ہوتی بلکہ جس برائد کے ذمہ دار سے بندے کی گفتگو ہوئی انہوں نے بتایا کہ ہم جانور کی تعین اس کو ذبح کرنے سے چند لمحے پہلے کرتے ہیں اس وقت موقع پر ادارے ہی کا ایک آدمی وہاں موجود ہوتا ہے جو ذبح سے چند لمحے پہلے یہ تعین کرتا ہے کہ یہ گائے فلاں شخص کی طرف سے ہے۔ اس سے پہلے گائے پرنہ کوئی نمبر لگایا جاتا ہے اور نہ کسی اور طریقے سے اس کا تعین ہوتا ہے۔

یہ طریقہ کار بھی قباحتوں سے خالی نہیں، مثلاً خرید و فروخت کی بنیادی شرائط میں یہ بات داخل ہے کہ میمع (فروخت کی جانے والی چیز) خرید و فروخت کے وقت معلوم و متعین ہو، خاص طور پر وہ میمع جو ذاتات القیم میں سے ہو پھر اگر قربانی سے پہلے کوئی گائے ہلاک ہو گئی تو اس میں مزید پیچیدگیاں ہیں۔

تیسرا مسئلہ یہ بھی قابل غور ہے کہ اگر جانور پہلے سے ادارے کی ملکیت میں ہوں تو ظاہر ہے کہ قربانی کروانے والے پہلے وہ جانور ادارے سے خریدیں گے یہاں ادارہ ان لوگوں کی طرف سے خریداری کا کیل نہیں بن سکتا۔ چنانچہ الواحد لا یتو لی طرفی العقد کے اصول کے تحت داخل ہو کر ناجائز ہونی چاہئے۔ الواحد لا یتو لی طرفی العقد کا عام فہم مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص شرعاً ایسا نہیں کر سکتا کہ خریدنے والا بھی ہو اور یہنے والا بھی خود وہی ہو۔ چاہے ایک طرف سے وہ خریدنے یا یہنے کا کیل ہی کیوں نہ ہو جب کہ اطلاعات کے مطابق بہت سے اداروں میں اس کی کوئی وضاحت ہی نہیں ہوتی جیسا کہ پچھلے پہلے مسئلہ کے ضمن میں بیان کیا گیا ہے بلکہ عام تاثر یہ ہوتا ہے کہ ادارہ ہی قربانی کروانے والوں کی طرف



سے خریداری اور قربانی وغیرہ کا وکیل ہے۔

چوتحا قابل غور مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص پورے جانور کی قربانی کروارہا ہے، مثلاً بکرا ہے یا پوری گائے یا اونٹ ہے تو جب پہلے مرحلے پر اس شخص نے ادارے سے جانور خریدا تو اس جانور پر اس شخص کا قبضہ آنا ضروری ہے چاہے وہ قبضہ خود کرے یا اپنے وکیل سے کروائے لیکن قبضہ آئے بغیر قربانی کی تو یہ عمل درست معلوم نہیں ہوتا یہاں یہ بات بھی ذہن میں رہنا ضروری ہے کہ ادارہ خود اس کی طرف سے خریداری یا قبضہ کا وکیل نہیں بن سکتا جیسا کہ ابھی اوپر بیان کیا گیا ہے لہذا اوپر بیان کردہ صورت میں جہاں قربانی کروانے والوں کا قبضہ جانور پر محقق نہ ہو رہا ہو قربانی کو درست قرار دینا مشکل ہے کیونکہ پہلے دوسرے اور تیسرے مسئلہ کے ضمن میں جو تفصیلات ذکر کی گئی ہیں ان سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اول مرحلے پر خرید فروخت کا جو معاملہ کیا جاتا ہے شرعاً وہ بعف فاسد میں داخل ہے اور اگر اس کو بعف فاسد مانا جائے تو بعف فاسد میں بعیض پر قبضہ کیے بغیر ملکیت ثابت نہیں ہوتی اور جب جانور پر ملکیت ثابت نہیں ہوئی تو قربانی بھی درست نہیں ہونی چاہئے، چوتحے مسئلہ سے متعلق جلتی ایک صورت سے متعلق جامعہ دارالعلوم کراچی سے فتویٰ بھی جاری ہو چکا ہے۔ (فتوى 77/1537)

تیسرے اور چوتحے مسئلہ کا آسان حل یہ ہو سکتا ہے کہ ایک ایسے شخص کو جو ادارے کا ملازم نہ ہو خریدار کی طرف سے وکیل مقرر کر دیا جائے جو خریداروں کے نائب کی حیثیت سے گائے پر قبضہ بھی کر لے چنچہ ایسی صورت میں کم سے کم وہ خرابیاں لازم نہیں آئیں گی جو مسئلہ نمبر تین اور چار کے ضمن میں بیان ہوئی ہیں۔

### سری، پائے اور کھال وغیرہ رکھنے سے متعلق مسئلہ

یہ مسئلہ بھی بکثرت پیش آتا ہے کہ ادارے سری اور پائے یا کھال شرکاء کی اجازت کے بغیر اپنے پاس رکھ لیتے ہیں اجتماعی قربانی کرنے والے اداروں کے لئے ضروری ہے کہ اگر وہ سری پائے اور کھال وغیرہ کسی قانونی مجبوری یا کسی اور وجہ سے اپنے پاس رکھنا چاہتے ہیں تو قربانی کروانے والے شرکاء سے اس کی اجازت لیں، ان کی رضامندی کے بغیر ایسا کرنا جائز نہیں۔

### خلاصہ کلام اور ایک درمندانہ گزارش

بہر حال یہ وہ چند بنیادی خرابیاں ہیں جو اجتماعی قربانی کے حوالے سے بکثرت سننے میں اور

مشاهدے میں آئی ہیں اور خود اداروں کے ذمہ داران نے اس کے متعلق مطلع فرمایا ہے لہذا ان تمام احباب سے جو قربانی کی عظیم عبادت کو انجام دے رہے ہیں، یہ دردمندانہ درخواست ہے کہ خدارا! اپنی قربانیوں کو اور اس ضمن میں حلال طریقے سے خون پسینہ ایک کر کے کمائے ہوئے ہزاروں، لاکھوں روپے کو ضائع ہونے سے بچائیں۔ قربانی ایک عبادت ہے، ایک فریضہ ہے، یہ کاروبار نہیں، یہ کوئی عام رسوموں کی طرح نہیں ہے، یہ محس شوق پورا کرنے کا نام نہیں ہے۔ اس عبادت کی اپنی شرائط ہیں اور ان شرائط سے علمی اور ان کے متعلق لاپرواہی کوئی عذر نہیں ہے لہذا اس قربانی کے عمل کو عبادت سمجھ کر، اس کے مسائل کو کسی معتمد عالم سے سمجھ کر، محس اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے شوق و ذوق کے ساتھ شرعی حدود میں رہتے ہوئے انجام دیں۔ نیز اگر خود کسی وجہ سے قربانی کرنا ممکن نہ ہو تو خوب سوچ سمجھ کر صرف کسی ایسے ادارے کا انتخاب کریں جو باعتماد علماء کرام کے زیر نگرانی اجتماعی قربانی کا فریضہ انجام دیتے ہوں، مثلاً مدارس یا دوسرے مقتمد رفاهی ادارے جو قربانی سے متعلق مسائل سے اچھی طرح واقف ہوں اور اس طرح لوگوں کی قربانیوں سے کھیلتے نہ ہوں۔

### جامعہ دارالعلوم کراچی میں اجتماعی قربانی کاظم: ایک قبل تقلید نمونہ

اس معاملہ میں جامعہ دارالعلوم کراچی میں اجتماعی قربانی کاظم قبل تقلید ہے انتظامی امور میں بہتری کی گنجائش ہر ادارے میں ہر وقت ہو سکتی ہے البتہ یہ کہنا شاید مبالغہ میں شمار نہیں ہوگا کہ جامعہ دارالعلوم کراچی کاظم الحمد للہ کم سے کم شرعی خرابیوں سے بالکل پاک ہے کیونکہ یہاں اجتماعی قربانی کا پورا نظم سالہا سال سے ہر ہر مرحلے پر انتہائی باعتماد علماء کرام اور مفتیان عظام کی براہ راست نگرانی میں طے پاتا ہے اور انجام دیا جاتا ہے جس میں نہایت باریک بینی سے شرعی احکامات کو ملحوظ رکھا جاتا ہے نیز یہاں اجتماعی قربانی کا بنیادی مقصد خدمت خلق ہوتا ہے نہ کہ آمدنی۔

جناب ڈاکٹر مفتی زبیر اشرف عثمانی صاحب دامت برکاتہم چونکہ پچھلے تقریباً پینتیس، چالیس سالوں سے جامعہ دارالعلوم کراچی میں اجتماعی قربانی کے پورے نظام کی براہ راست نگرانی فرماتے رہے ہیں لہذا بندے کی درخواست پر انہوں نے کافی وقت نکال کر بندے کے سامنے جامعہ میں اجتماعی قربانی کا نظم بہت تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا اور سمجھایا۔ فجز اہ اللہ تعالیٰ خیرا۔ آمین

## قربانی کاظم

### اجتیاعی قربانی میں جامعہ دارالعلوم کراچی کی شرعی حیثیت

جامعہ دارالعلوم کراچی میں عام معمول یہ ہے کہ جانور پہلے سے خرید کر نہیں رکھے جاتے بلکہ بگنگ کی مد میں جو رقم وصول ہوتی ہے جانوروں کی خرید و فروخت اس رقم سے کی جاتی ہے قربانی کے فارم پر صراحتاً شرکاء اور حصہ دار صدر جامعہ دارالعلوم کراچی کو قربانی کا جانور خریدنے سے لے کر گوشت وغیرہ کی تقسیم تک کے تمام امور کی انجام دہی کا وکیل بناتے ہیں اور اس بات کی بھی اجازت دیتے ہیں کہ صدر جامعہ خود یا اپنے کسی نمائندے کے ذریعہ یہ امور انجام دے سکتے ہیں۔

## قربانی کافارم

جہاں بڑے پیمانے پر قربانی ہوتی ہو وہاں قربانی کا فارم بڑا کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ چنانچہ جامعہ دارالعلوم کا جو فارم ہے اس میں بھی تمام ضروری تفصیلات درج کی جاتی ہیں جس میں شرکاء یا حصہ داروں کے نام، وکالت نامہ، قربانی کا دن، گائے نمبر، حصہ گوشت، چرم قربانی اور علی الحساب موصول ہونے والی رقم نیز اس کے متعلق اختیارات کے علاوہ دیگر تفصیلات بھی درج ہوتی ہیں قربانی کروانے والے اس فارم کو پر کر کے اس پر دستخط کر دیتے ہیں۔

## قربانی کارجسٹر / فائل

جب اس طرح بہت سے فارم جمع ہو جاتے ہیں تو ان کا ایک جسٹر بنا لیا جاتا ہے مثلاً پہلے دو سو گائے ہیں تو دو سو گائے کی ایک فائل یا جسٹر تیار ہو جاتا ہے جسمیں ہر گائے کا ایک الگ صفحہ متعین ہوتا ہے اس صفحہ میں اس گائے کے حصہ دار ان اور دیگر تفصیلات درج ہوتی ہے، یہاں تک کہ اگر گوشت وغیرہ کے حوالے سے کوئی خاص بہایت حصہ دار دینا چاہتے ہیں تو وہ بھی اس میں درج ہوتی ہے مثلاً اگر کوئی حصہ دار یہ چاہتا ہے کہ میں اپنا حصہ وصول کرنیکے بجائے جامعہ ہی کو دے دوں تو تحریر شکل میں یہ سب اس صفحے پر لکھ دیا جاتا ہے حساب کے لیے اکاؤنٹ ڈپارٹمنٹ کا ایک آدمی ان دونوں میں صرف اسی کام کے لیے مخصوص کر دیا جاتا ہے اس

ایک صفحہ کی تفصیلات کی پھر تین کاپیاں تیار کی جاتی ہیں ایک کاپی استقبالیہ کے لیے، دوسری کاپی اکاؤنٹ ڈپارٹمنٹ کے لیے اور تیسرا کاپی اس ٹیم کے لیے جو موقع پر قربانی وغیرہ کی خدمت انجام دیتی ہے۔

### جانور کی قیمت اور اخراجات کا تخمینہ

جانور کی قیمت اور اس پر ہونے والے اخراجات کا ایک محتاط تخمینہ لگالیا جاتا ہے۔ مثلاً گائے کے ایک حصے کی قیمت اگر 15000 روپے کی گئی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا کہ پوری گائے ایک لاکھ پانچ ہزار روپے وصول ہوئے ہیں اس میں سے مثلاً 10000 روپے اس گائے پر ہونے والے مختلف اخراجات کے لیے الگ رکھ لئے جاتے ہیں اور گائے کی خریداری کے لیے بچانوے ہزار الگ کر لیے جاتے ہیں تاکہ ایک متوسط درجے کی صحت مند گائے اس میں سے خریدی جاسکے گویا ایک گائے کی رقم میں دو الگ الگ مدین بنادی جاتی ہیں۔

### گائے کی خریداری اور اس کی تعیین

گائے کے لیے مخصوص کی گئی رقم سے گائے کی خریداری کی جاتی ہے جوں جوں گائے کا سودا ہوتا جاتا ہے گائے پر بالترتیب نمبر والے ٹوکن لگادیے جاتے ہیں مثلاً جو گائے سب سے پہلے خریدی اس کو پہلا نمبر دے دیا، دوسری گائے کو دوسرا نمبر دے دیا نیز گائے کے مختلف حصوں پر دارالعلوم کی مہر بھی لگادی جاتی ہے تاکہ پہچان باقی رہے اور یہ گائے دوسرے جانوروں میں مخلوط نہ ہو جائے نیز خریداری کا باقاعدہ واوچر بھی بتتا ہے جس پر جامعہ کے نمائندے اور بیو پاری کے دستخط ہوتے ہیں اور اگر اکاؤنٹ میں رقم ٹرانسفر کی گئی ہو تو اس کا ثبوت بھی رکھا جاتا ہے تاکہ یہ معاملات زیادہ سے زیادہ صاف و شفاف رہ سکیں۔

زاندہ رقم کا حساب اور بیان کردہ گائے کی خریداری اور اخراجات سے متعلق دونوں مدوں کا حساب الگ الگ ہوتا ہے، اگر گائے کی خریداری کے لیے مخصوص کی گئی رقم سے کم قیمت میں گائے آجائے مثلاً بچانوے ہزار کے بجائے، گائے بانوے ہزار میں آگئی تو اس میں باقی نجح جانے والے تین ہزار روپے گائے میں شریک سات افراد میں برابر بر تقسیم کر دیئے جاتے ہیں اور اگر کوئی رقم اخراجات کی مدد میں باقی نجح جاتی ہے مثلاً دس ہزار سے فی گائے خرچہ صرف 8000 کا ہوا تو باقی نجح جانے والے دو ہزار

روپے کے متعلق شرکاء اور حصہ داروں سے قربانی والے فارم پر پیشگی اجازت اس بات کی لی جا چکی ہوتی ہے کہ یہ رقم صدر دار العلوم اپنی صوابدید پر کسی بھی مصرف میں خرچ کر سکتے ہیں لہذا یہ رقم ان کی طرف سے دار العلوم کی ملکیت میں دے دی جاتی ہے اور اس کی باقاعدہ رسید بنا دی جاتی ہے لیکن عموماً اس رقم کو قربانی ہی سے متعلق دیگر اخراجات مثلاً قربانی کی جگہ کوٹھیک ٹھاک کروانے یا اس کی تعمیر وغیرہ میں لگا دیا جاتا ہے اس مصرف میں پہلے ہی سے ہزاروں لاکھوں روپے کے اخراجات ہو رہے ہوتے ہیں تو یہ معمولی رقم بھی اس کا حصہ بن جاتی ہے نیز قربانی کے فارم میں حصہ داروں کی طرف سے یہ بھی صراحت ہوتی ہے کہ اگر یہ رقم قربانی کے دن انہوں نے یا ان کے کسی نمائندے نے وصول کی تو اس صورت میں بھی وہ رقم بذریعہ رسید دار العلوم کو عطیہ کر دی جاتی ہے۔

### قربانی

قربانی کے دن فارم میں درج تفصیلات کے مطابق قربانی کی جاتی ہے اور یہ تفصیلات قربانی کرنے والے ٹیم کے پاس بھی ہوتی ہیں، گائے پر اس کا مخصوص نمبر بھی ڈالا ہوا ہوتا ہے جس سے اس بات کی نشاندہی ہو جاتی ہے کہ یہ گائے کس کی ہے یا اس گائے میں کون افراد شریک ہیں۔ شرکاء اور حصہ داروں کی باقاعدہ نیت کی جاتی ہے اور ذبح کے وقت یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ گائے کن افراد کی طرف سے کی جا رہی ہے۔ قربانی وغیرہ کا پورا عمل مستند اور باعتماً مفتیان کرام کے زیر نگرانی انجام دیا جاتا ہے تاکہ کوئی بھی کام خلاف شرع نہ ہو۔

### گوشت کی بنائی

جیسے ہی کوئی گائے ذبح ہوتی ہے اور اس کا گوشت بننا شروع ہوتا ہے تو اس کے گوش پر اسی کے نمبر کی مزید پر چیاں لگادی جاتی ہیں تاکہ کسی ایک گائے کا گوشت دوسرا گائے سے خلط ملنے نہ ہو پائے، اس بات کا اہتمام کیا جاتا ہے کہ گائے کا کوئی بھی حصہ ایسا نہ رہے جس پر اس کے نمبر کی پرچی لگی ہوئی نہ ہو مثلاً گائے نمبر سات کا گوشت اگر بن رہا ہے تو اس کے پارچے کلیجی وغیرہ سب پر اس کے نمبر کی پرچی ہوتی ہے۔

### گوشت کا وزن اور اس کی تقسیم

پھر جب گوشت بن جاتا ہے تو اس پورے گوشت کا ایک باروزن کیا جاتا ہے اور اس کو لکھ لیا جاتا

ہے پھر اس گوشت کو آپس میں اچھی طرح ہلا ہلا کر مکس کیا جاتا ہے تاکہ گوشت میں پورا انصاف ہو سکے، یہاں تک کہ بونگ، جو گوشت کی عمدہ قسم شمار ہوتی ہے اس کی بھی عموماً بونیاں بنانے کر ہر حصے میں رکھی جاتی ہیں، پھر کل گوشت کے ساتھ برابر حصے کر کے ہر حصے کا الگ الگ وزن کیا جاتا ہے تاکہ کمی پیشی نہ ہو ورنہ ربا لازم آئے گا جو حرام ہے نیز یہاں بھی اس وزن کو لکھا جاتا ہے تاکہ ریکارڈ میں محفوظ ہو جائے اور اگر کوئی بالفرض معلومات کرنا چاہے کہ میرا جس گائے میں حصہ تھا اس کا کل وزن کتنا تھا؟ تو اس کو بتایا جاسکے گوشت کے وزن میں پائے، سرنی، زبان اور مغز شامل نہیں کیا جاتا اور شرعاً ان چیزوں کو گوشت کے وزن میں شامل کرنا ضروری بھی نہیں لیکن کیوں کہ بہر حال یہ چیزیں بھی حصہ داروں کی ملکیت ہیں لہذا ان کی تقسیم اس طرح کی جاتی ہے کہ چار حصہ داروں کو تو الگ الگ چار پائے دے دیے جاتے ہیں باقی تین حصوں میں سے ایک میں زبان اور دوسرے میں مغز اور تیسرے میں سری رکھ دی جاتی ہے، اس طرح تقسیم کرنے میں اختیاط بھی زیادہ ہے اور ربا کا امکان بھی ختم ہو جاتا ہے۔

### چرم قربانی

اب کھال باقی رہ جاتی ہے جس کے متعلق حصہ داروں سے قربانی کے فارم پر ہی اجازت لے لی جاتی ہے کہ وہ دارالعلوم کے طلبہ کو عطیہ ہوگی نیز یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ اگر کوئی شخص گوشت، پیسے یا کھال وغیرہ عطیہ نہیں کرنا چاہتا تو ادارہ اس کو مجبور نہیں کر سکتا البتہ ادارے کے پاس یہ اختیار ضرور ہے کہ وہ قربانی کے معاملات میں سہولت کی غرض سے اپنی وضع کردہ شرائط ہی پر قربانی کی وکالت کو قبول کرے۔ یہ جامعہ دارالعلوم کراچی کاظم ہے جو اختصار لیکن اصولی اور بنیادی تفصیلات کے ساتھ ذکر کر دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کی طرف سے کی جانے والی قربانیوں کو قبول فرمائیں۔ آمین



حضرت ابو ہریرہؓ سے مردی ہے کہ: ”جو لوگ اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر یعنی مسجد میں کتاب اللہ کی تلاوت اور باہم اس کے سیکھنے کے لیے جمع ہوتے ہیں تو ان پر خصوصی تسکین ارتقی ہے، رحمت الہی انہیں ڈھانپ لیتی ہے، فرشتے انہیں گھرے میں لے لیتے ہیں اور اللہ جل شانہ اپنے مقرب فرشتوں میں ان کا تذکرہ فرماتے ہیں۔“ (صحیح)

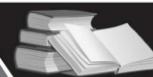


## مدارس کے طلباء و طالبات کی خدمت میں

**مولانا محمد جہان یعقوب**

عزیز طلبہ و طالبات! علوم دینیہ کی نرسروں میں قدم رکھنے پر، ہم آپ کو دل کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو علومِ نبوت میں سے وافرحصہ عطا فرمائے اور آپ کے والدین اور سرپرستوں کو اس مادیت کے دور میں آپ کو دینی علوم کی تحصیل کے لیے، جس میں بظاہر دنیوی اعتبار سے کوئی نقد فائدہ ہے اور نہ ہی کسی روشن و درخشان مستقبل کی اس دنیا میں امید، فارغ کرنے پر، جو یقیناً مجاہدے سے کم نہیں، جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کے رزق میں برکتیں، و سعینیں اور کشاوگیاں عطا فرمائے، آمین۔

آپ کے والدین نے یہ مجاہدہ صرف اس لیے برداشت کیا ہے تاکہ آپ ان کے لیے ذخیرہ آخرت بن سکیں۔ انہوں نے احادیث میں پڑھ اور سن رکھا ہے کہ ایک عالم دین ایسے سینکڑوں لوگوں، جن پر ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے جہنم واجب ہو چکی ہوگی، کی شفاعت کر کے انھیں اپنے ساتھ جنت میں لے جائے گا۔ وہ اسی شفاعت کی امید میں اتنا بڑا مجاہدہ کر رہے ہیں۔ انہوں نے احادیث میں یہ بھی سن رکھا ہے کہ باعمل حافظ قرآن کے والدین کو قیامت کے دن ایسا تاج پہنانیا جائے گا، جس کی روشنی کے آگے سینکڑوں سورج کی روشنی بھی ماند اور ہیچ ہے، وہ اس اعزاز کی امید رکھتے ہیں۔ انھیں عزت و کرامت کے اس تاج کی بارگاہ الہی سے امید ہے جو حافظ قرآن کے ماں باپ کو پہنانیا جائے گا۔ وہ چاہتے ہیں کہ ان کے بچے کے تدموں کے نیچے بھی فرشتے اعزاز و اکرام کے طور پر اپنے پر بچائیں۔ یہ ہیں وہ امیدیں، آرزویں اور



امنگیں جن کے حصول کے لیے انہوں نے آپ کو دینی مدارس میں بھیجا ہے۔ اگر یہ بتیں ہر وقت آپ کے دل و دماغ میں موجود اور ذہن میں مستحضر ہوں گی، تو ان شاء اللہ آپ اپنے شب و روز کا ہر لمحہ اس احتیاط سے گزاریں گے کہ ان اعزازات کے نہ صرف خود مستحق بن سکیں گے بلکہ اپنے والدین اور سرپرستوں کی امنگوں پر بھی پورا اتر سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔ آمین!

ذیل میں اکابر کے تجربوں اور نصائح کی روشنی میں آپ کی خدمت میں ایک دستور العمل پیش کرنے کی سعی کی ہے، جس کے مطابق اپنے شب و روز گزارنے کی آپ میں سے ہر طالب علم کو، چاہے وہ قرآن مجید حفظ و ناظرہ کا طالب علم ہو، یا تجوید و قراءت کا، یا درس نظامی کے کسی بھی درجے کا طالب علم ہو، کوشش کرنی چاہئے۔ سب سے پہلی چیز ہمیشہ یہ بات ہے، نہ شین رکھیں کہ آپ علوم بوت حاصل کر رہے ہیں، یہ کوئی مادی علم نہیں بلکہ روحانی علم ہے اور روحانیت کے حصول کے لیے آپ کا ظاہری و باطنی طور پر ہر قسم کی گندگیوں اور غلطتوں سے پاک صاف ہونا ضروری ہے کیونکہ میلے کچلے، گندے اور گدلے برتن اس لاکن نہیں ہوتے کہ ان میں کوئی صاف سترہی چیز ڈالی جائے۔ آپ کے لباس کا جس طرح ظاہری گندگی ونجاست سے پاک ہونا ضروری ہے، اسی طرح آپ کی آنکھوں، آپ کے کانوں، آپ کی زبان کا بھی گناہوں کی گندگی و غلطت سے پاک صاف ہونا ضروری ہے۔ موبائل اور ایٹرنسیٹ کے فتنے کے اس دور میں نظر، شناوی اور کلام کی پاکی یقیناً مجاہدے کی بات ہے، لیکن علوم بوت کا نور اپنے باطن میں اتنا رنگ لیے آپ کو یہ مجاہدہ کرنا ہوگا، اسکے بغیر اللہ کا نور نہیں ملے گا۔ اس حقیقت کو امام شافعی رحمہ اللہ نے چندا شعار میں بڑی جامیعت سے بیان کیا ہے، جن کا لتب لباب یہ ہے کہ:

”میں نے اپنے استادِ محترم حضرت وکیع رضی اللہ علیہ سے حافظے کی کمزوری کی شکایت کی، تو انہوں نے مجھے وصیت کی: گناہ چھوڑو، اس لیے کہ یہ علم اللہ تعالیٰ کا نور ہے اور اللہ تعالیٰ کا نور گناہ گا کرو نہیں ملتا۔ جس علم کے حصول کے دوران گناہوں سے پرہیز کی کوشش نہیں کی جاتی، وہ علم کبھی پائیدار نہیں بنتا، اگر حاصل ہو بھی جائے تو کار آمد نہیں بنتا بلکہ بسا اوقات ایسا علم گمراہی کا بھی باعث بن جاتا ہے۔“

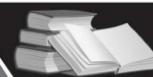
حدیث پاک میں ہے: علم عمل کو آواز دیتا ہے۔ اگر کسی سینے میں علم ہو، مگر وہ جسم عمل سے خالی ہو، تو

وہاں سے علم بھی رخصت ہو جاتا ہے۔ یہ بات بھی یاد رکھیں کہ شیطان آپ کے دل میں یہ وسوسہ ڈالنے کی کوشش کرے گا کہ ابھی تو تعلیم پر توجہ دو، عمل کے لیے بہت وقت پڑا ہے، بعد میں عمل بھی کر لینا۔ اکابر نے اپنے تجربات کی روشنی میں یہ بات لکھی ہے کہ جو طالب علم دوران طالب علمی عمل کی عادت نہیں ڈالتا اور گناہوں سے احتساب نہیں کرتا، فراغت کے بعد بھی اسے عمل کرنے اور گناہوں سے بچنے کی توفیق نہیں ملتی کیونکہ مدرسے و جامعہ کی مثال ماں کے پیٹ کی سی ہے، جس میں بچے کا جسم بتا ہے۔ جو بچہ ماں کے پیٹ سے ناقص الاعضاء پیدا ہو، دنیا بھر کے ڈاکٹر مل کر بھی اس کے اس نقص کو دور نہیں کر سکتے، اسی طرح جو طالب علم مدرسے و جامعہ کے ایمانی و نورانی اور علمی و روحانی ماحول میں رہ کر خود کو نیک عمل کا خوگر اور گناہوں سے بچنے کا عادی نہیں بنالیتا، وہ بعد میں دنیا کے مادیت بھرے ماحول میں بھی اس جو ہر سے محروم ہی رہ جاتا ہے۔ الا ماشاء اللہ!

اپنے اساتذہ کرام، مدرسے و جامعہ کے منتظمین اور دیگر عملے کا ادب و احترام کریں۔ اس میں کسی قسم کی کوتاہی نہ بر تیں۔ اسی طرح کتاب، کاپی، تپائی اور ڈیسک، تختہ سیاہ، کمرہ جماعت، رہائشی کمرہ یہ سب بھی آپ کے حصول علم میں مدد و معاون ہیں۔ ان تمام آلات علم کا احترام کریں۔ حتی الامکان باوضوح حالت میں کتاب کا مطالعہ و تکرار کریں۔ صحیح کمرہ جماعت میں بیٹھنے سے پہلے وضو کر لیا کریں، استاد اور کتاب کے سامنے آلتی پالتی مار کر، یا کسی بھی ایسی ہیئت میں نہ بیٹھیں جو ادب کے خلاف ہو، بلکہ مؤذب بیٹھنے کی کوشش کریں۔ دوران درس ہاتھ میں موجود پینسل اور قلم وغیرہ سے کھلینا، بار بار گھٹری دیکھنا، ادھر ادھر متوجہ ہونا، بات چیت کرنا، اپنے لباس اور جسم کے ساتھ کھلینا، یہ تمام امور بے توہی اور بے ادبی کے زمرے میں آتے ہیں، ان سے حتی المقدور بچنے کی کوشش اور اہتمام کریں۔

درس کو پوری توجہ سے سننا، اگلے سبق کا پہلے سے مطالعہ کرنا، پڑھے ہوئے سبق کا تکرار کرنا، جو سمجھ میں نہ آئے وہ اپنے دوسرے ہم جماعت احباب اور اساتذہ کرام سے پوچھنا..... یہ وہ امور ہیں، جن کی آپ کو روز اول سے پابندی کرنی ہے۔ اس میں کوئی وقفہ یا سُستی نہ ہونے پائے۔

عام طور پر طلبہ شروع میں سُستی کرتے ہیں، یوں اُن پر اس باق کا اچھا خاصا بار پڑتا ہے، پھر رات



بھر بیٹھ کر پڑھنے سے بھی وہ اس باق قابو میں نہیں آتے۔ اس کوتاہی سے بچنے کی فکر پہلے دن سے ہی ہونی چاہیے جس کا طریقہ یہی ہے کہ چاہے اساتذہ یاد کرنے کے لیے کہیں یا نہ کہیں، سبق سُنیں یا نہ سُنیں، آپ اپنا سبق روزانہ کی بنیاد پر کریں، مشقوں کو روزانہ کی بنیاد پر حل کریں، مطالعہ روزانہ کی بنیاد پر کریں، دیا ہوا کام روزانہ کی بنیاد پر کریں۔ ہو سکے تو ہفتے بھر کا پڑھا ہوا سبق جمعرات کے دن، جب شام کو تکرار مطالعے کی ترتیب نہیں ہوتی، اپنے طور پر ڈھرا لیں۔ اگر آپ نے اس مستور العمل پر مواظبت اختیار کیے رکھی، تو آپ کو کسی امتحان اور ٹیکسٹ وجاہزہ امتحان کی کوئی فکر ہوگی، نہ کسی قسم کا ڈرخوف۔ اس طرح آپ کا سبق بھی پختہ سے پختہ تر ہوتا جائے گا۔ جو سبق استاد کے سننے یا جاہزہ و امتحان کے ڈر سے "آئی بلاٹا لئے" کی غرض سے یاد کیا جاتا ہے، وہ پاندرا نہیں ہوتا، جلد حافظے سے محظوظ ہو جاتا ہے۔ اس کا مشاہدہ حفاظہ کرام کو دیکھ کر بخوبی کیا جا سکتا ہے۔ جو حفاظہ سال بھر اپنی منزل یاد کرنے اور اُسے نوافل میں پڑھنے کا اہتمام کرتے ہیں، انھیں رمضان المبارک میں تراویح میں قرآن پاک سنانے کے لیے کوئی اضافی محنت نہیں کرنی پڑتی، بلکہ ایک دوبار تلاوت کافی ہو جاتی ہے، اس کے بعد سال جو حفاظہ سال بھر قرآن مجید سے لتعلق رہتے ہیں، اپنی منزل یاد کرنے اور اُسے نوافل میں پڑھنے کا اہتمام نہیں کرتے، ان کو تراویح میں قرآن پاک سنانے کے لیے انہنai محنت کرنی پڑتی ہے۔ اپنے تمام معمولات کی کلی یا جزوی طور پر قربانی دینی پڑتی ہے، حفظ کی درس گاہ میں بیٹھنا پڑتا ہے، اس کے باوجود ان کی انглаط اول الذکر حفاظہ کے مقابلے میں زیادہ آتی ہیں۔ اسی پر پابندی سے اس باق کو یاد کرنے والے اور صرف امتحان کے لیے اس باق کو یاد کرنے والے طلبہ کی حالت کو قیاس کیا جا سکتا ہے۔

یاد رکھیے! خدمت سے خدا ملتا ہے، اپنے اساتذہ کی خدمت کے موقع تلاش کریں اور خدمت کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیں۔ اسی طرح مدرسے و جامعہ کی خدمت کا کوئی بھی موقع آجائے، بہلاً: قربانی کے ایام میں کھالیں جمع کرنا، گوشت کی تقسیم یا اس کے علاوہ بھی مدرسے و جامعہ جو بھی خدمت آپ کے سپرد کرے، اس کی بجا آوری اپنی ذمہ داری سمجھ کر کریں، چاہے اس میں کوئی مالی و مادی فائدہ نظر آئے یا نہ آئے۔ بڑوں کی دعاوں سے بڑھ کر کوئی سرمایہ نہیں، الہذا ان کی دعا عیسیٰ لینے کی کوشش



کریں اور خدمت بھی دعائیں لینے کا ایک مؤثر ذریعہ ہے۔

دینی علم بھی آپ سے وقت اور محنت مانگتا ہے۔ اگر آپ نے اپنے قیمتی وقت کی قدر نہ کی بلکہ اسے لایعنی کاموں، سیاسی بحثوں، موبائل و انٹرنیٹ میں، فضول گپ شپ اور آوارہ گردی کی نذر کر دیا، تو آپ کا علم کبھی پختہ نہیں ہو سکتا۔ امام ابو یوسف حشیش کا قول ہے: آپ علم کو اپنا سب کچھ دیں گے، تو علم آپ کو اپنا تھوڑا بہت حصہ دے گا۔“

شیطان کی کوشش ہو گئی کہ آپ کو لایعنی کاموں، باتوں، مشاغل میں لگائے تاکہ آپ کا وقت علم دین کے حصول کے بجائے کہیں اور صرف ہو۔ اس شیطانی چال کا مقابلہ بھی اول روز سے کرنا ہے۔ اس کا نسخہ یہ ہے کہ آپ اپنی حیثیت اور مقام پہچان لیں۔ آپ کوئی عام انسان نہیں۔ اللہ و رسول کے مہمان ہیں۔ آپ نے علومِ نبوت کو حاصل کرنے کے لیے اپنا گھر بار، عزیز وقارب اور دوست احباب، نیز گھر کی تمام آسائشوں کو چھوڑا ہے۔ جب یہ بات مختصر رہے گی، تو ان شاء اللہ! آپ اپنا ایک ایک لمحہ اپنے اصل مقصد کے حصول کے لیے صرف کرنے کی کوشش کریں گے اور لایعنی سے فتح جائیں گے۔

دھیان رہے کہ یہ کام بھی روز اول سے کرنا ہے۔ اگر شروع میں سُستی کی، تو بعد میں نوبت یہ ہو گی کہ آپ تو مکمل کو چھوڑ ناچاہیں گے، مگر مکمل آپ کی جان نہیں چھوڑے گا۔ کوشش کیجیے! کہ یہ مکمل آپ کو چمٹنے ہی نہ پائے!

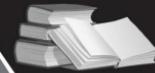
فرائض میں کسی قسم کی سُستی و کوتاہی نہ کریں، خاص طور پر جمعرات اور جمعے کے دن، جب آپ اپنے گھروں کو جاتے ہیں کیونکہ آپ کامل آپ کے والدین اور بہن بھائیوں، نیز دوست احباب میں عمل کا جذبہ بیدار کرنے کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ آپ کے اندر آنے والی ثابت تبدیلی انھیں نہ صرف آپ سے بلکہ دینی مدارس و جامعات سے بھی خوش گمان کر دے گی، اس کے بر عکس آپ نے فرائض ہی میں سُستی کا ثبوت دیا، فخر کے وقت بھی سوتے رہے، قرآن پاک کی تلاوت بھی نہیں کی بلکہ جیسا گھر کا اور گلی محلے کا ماحول ہے، اسی کا حصہ بن گئے، ہوٹنگ، آوارہ گردی، ٹی وی بینی وغیرہ میں مصروف رہے تو آپ کا یہ عمل نہ صرف آپ سے بلکہ ان دینی مدارس و جامعات سے بھی انھیں بد گمان کر سکتا ہے، جس کا سبب آپ نہیں گے اور یہ

یقیناً احسان فراموشی ہو گی کہ جن اداروں نے آپ کی تعلیم و تربیت ہی نہیں، قیام و طعام تک کی ذمہ داریاں بھی اس مہنگائی و گرانی کے دور میں بھی اپنے ذمے لے رکھی ہیں، آپ ان کی نیک نامی کے بجائے بدنامی کا باعث بنیں۔

طالب علم کے لیے زیادہ نفلی روزے اور نمازیں ضروری نہیں، البتہ اگر صحبت اجازت دے اور تعلیم کا بھی حرج نہ ہو رہا ہو تو غیر ممکنہ سنتوں، اشراق، اوازیں اور تہجد کی عادت ڈالیں، چاہے 2، 2، 2 رکعت ہی پڑھ لیں، چاہے تہجد کی نماز تکرار و مطالعے سے فراغت کے بعد سونے سے پہلے ہی ادا کر لیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ سے تعلق اُس کے درکا بھکاری بننے سے بڑھتا ہے، اس لیے دعاوں کی عادت ڈالیں، خوب روکر اور گڑ گڑا کر دعا بین مانگیں، رونا نہ بھی آئے تو رونے کی سی ہیئت ہی بنالیں، اس پر بھی اللہ تعالیٰ کو پیار آتا ہے۔

ایک عالم دین اور دینی رہنماء کے پاس اپنی بات عوام و خواص تک پہنچانے کے 2 ذرا لئے ہیں۔ ایک تقریر و خطابات اور دوسرا تحریر۔ ان دونوں میں مہارت کیلئے بھی زمانہ طالب علمی میں ہی کوشش کرنی پڑتی ہے۔ جو طلبہ و طالبات یہ سوچتے ہیں کہ فراغت کے بعد یہ ملکہ حاصل کر لیں گے، وہ کماحتہ ایسا نہیں کر پاتے۔ دینی مدارس و جامعات میں ہفتہ وار تقریری بز میں ہوا کرتی ہیں، ان میں حصہ لیں۔ اچھا مقرر اور خطیب بننے کے لیے مقررین اور خطباء کی تقاریر و خطابات سننے کی عادت ڈالیں، اس سے بولنے کا انداز آتا ہے، ان کی نقل کرنے کی کوشش کریں، انکی تقاریر یاد کر کے ان کے انداز میں مجمعے میں سنانے کی کوشش کریں، یوں آپ کے حوصلے بلند ہوں گے، جھچک ختم ہو گی، اس کے بعد اپنا انداز بنانے اور خود تقریر تیار کرنے کی کوشش رفتہ رفتہ آپ کو ایک اچھا مقرر و خطیب بنادیں گی۔ کسی کی لکھی ہوئی تقریر رٹنے اور اسکے نتیجے میں ملنے والی داد کو ہی اپنی منزل نہ سمجھ لیں۔

چچ پہلے ماں باپ کے پیروں پر پیر رکھ کر چلتا ہے، اس کے بعد خود چلنا سیکھ جاتا ہے۔ آپ بھی کسی کے مرہوں منٹ رہنے کے بجائے ”اپنی دنیا آپ“ پیدا کریں۔ بقول شاعر: ”اپنی دنیا آپ پیدا کر، اگر زندوں میں ہے۔ اسی طرح ایک دینی رہنماء مقتدا کے لیے تحریری صلاحیت بھی ضروری ہے۔ جو پڑھیں اس کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھنے کی کوشش کریں۔



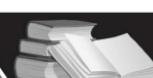
روز نامچہ یعنی ڈائری لکھا کریں، اپنے اس باق کو یاد کرنے کے بعد زبانی لکھنے کی عادت ڈالیں۔ یہ 3 کام کرنے سے آپ کو ایک فائدہ تو یہ ہو گا کہ آپ کا خط نگھر جائے گا اور دوسرا فائدہ یہ ہو گا کہ آپ کو تحریر کا سلیقہ آجائے گا، جو مستقبل میں آپ کو ذرا سی مشق سے ایک اچھا مصنف و ادیب بنادے گا۔ ماضی کے اکابر کی تاریخ پڑھیں۔ ان میں سے ہر ایک صاحب تصنیف تھا لیکن انھوں نے کوئی روایتی صحافت و تحریری کورس کیا تھا اور نہ ہی ادب و انشا میں ماسٹر زڈ گری کے حامل تھے۔ یہ ان کی زمانہ طالب علمی کی مشق ہی تھی، جس نے ان سے اتنا بڑا تحریری کام کروایا۔

درست کتابوں کے علاوہ غیر درست کتابوں کے مطالعے کے لیے بھی وقت نکالیں، لیکن ہر رطب و یا بس نہ پڑھیں۔ ابھی آپ کی دینی معلومات مسختم نہیں، کچھ اذہان کے کسی سے بھی مبتاثر ہونے کا خطرہ ہوتا ہے اس لیے منتخب مطالعہ کریں۔ اپنے ذوق اور اساندہ کے مشورے سے کتابوں کا انتخاب کریں۔ مطالعہ محض وقت گزاری کے لیے نہیں بلکہ معلومات میں اضافے کے لیے کریں۔ معلومات کو معمولات میں بدلنے کی بھی سعی کرتے رہیں۔ ان باتوں پر عمل کر کے آپ ایک اچھے طالب علم، مستقبل کے ایک کارآمد شہری اور مفتدا پیشوں بن سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ تمام طلبہ و طالبات کو ان باتوں پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!



حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے سوال کیا: یا رسول اللہ! یہ قربانی کیا ہے؟ (یعنی قربانی کی حیثیت کیا ہے؟) آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارے باپ ابراہیم ﷺ کی سنت (اور طریقہ) ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ہمیں اس قربانی کے کرنے میں کیا ملے گا؟ فرمایا ہر بال کے بدے میں ایک نیکی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے (پھر سوال کیا) یا رسول اللہ! اون (کے بدے میں کیا ملے گا) فرمایا: اون کے ہر بال کے بدے میں نیکی ملے گی۔



## آپ کے مسائل کا حل

### از بہشتی زیور

#### قربانی کا بیان

##### قربانی کس پر واجب ہے

جس پر صدقہ فطر واجب ہے اس پر قرعید کے دنوں میں قربانی کرنا بھی واجب ہے اور اگر اتنا مال نہ ہو کہ جس پر صدقہ فطر واجب ہوتا ہو تو اس پر قربانی واجب نہیں ہے لیکن پھر بھی اگر کر دے تو ثواب ہے۔

مسئلہ: قربانی فقط اپنی طرف سے کرنا واجب ہے۔ اولاد کی طرف سے واجب نہیں بلکہ اگر نابالغ اولاد مال دار بھی ہوتا ہے اس کی طرف سے کرنا واجب نہیں ہے نہ اپنے مال میں سے نہ اس کے مال میں سے کیونکہ اس پر واجب ہی نہیں ہوتی۔ لیکن اگر باپ اپنے مال میں سے اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے دے تو مستحب ہے۔ بیوی اور بالغ اولاد مال دار ہو تو ان کو اپنی طرف سے قربانی کرنا واجب ہے۔

مسئلہ: بیوی اور بالغ اولاد مال دار ہو اور شوہر بیوی کے لیے اور بالغ اولاد کے لیے اپنے پاس سے قربانی کے جانور لادے تاکہ وہ قربانی کر سکیں تو جائز ہے۔

مسئلہ: جو بیٹا باپ کے ساتھ باپ کے کاروبار میں لگا ہو اور کاروبار میں اس کا اپنا حصہ اور ملکیت کچھ نہ ہو تو اگر اس کے علاوہ بیٹے کے پاس قربانی کا نصاب ہو تو اس پر قربانی واجب ہو گی اور اگر نہیں ہے تو واجب نہیں ہو گی۔

مسئلہ: عورت کے پاس کچھ مال نہ ہو لیکن اس نے نصاب کے بقدر مہر شوہر سے ابھی لینا ہو تو

اگر مہر مجلل ہو اور شوہر مال دار ہو تو عورت پر قربانی واجب ہے اور اگر مہر معجل ہو لیکن شوہر فقیر ہے یا مہر ہی موجل ہو خواہ شوہر مال دار ہو یا فقیر ہو تو عورت پر قربانی واجب نہیں۔

**مسئلہ:** اگر پہلے اتنا مال دار نہ تھا اس لیے قربانی واجب نہ تھی۔ پھر بارہویں تاریخ کے سورج ڈوبنے سے پہلے کہیں سے مال مل گیا تو قربانی کرنا واجب ہے۔  
قربانی مقیم پر واجب ہوتی ہے مسافر پر نہیں۔

**مسئلہ:** قربانی کے تینوں دن اقامت کا ہونا شرط نہیں ہے۔ دسویں گیارہویں تاریخ کو سفر میں تھا۔ پھر بارہویں تاریخ کو سورج ڈوبنے سے پہلے گھر پہنچ گیا یا پندرہ دن کہیں ٹھہر نے کی نیت کر لی تواب قربانی کرنا واجب ہو گیا۔

**مسئلہ:** دسویں کو گھر میں تھا پھر گیارہویں کو سفر میں چلا گیا اور بارہویں کو سورج ڈوبنے سے پہلے گھر آ گیا تو قربانی واجب ہو گی۔

**مسئلہ:** اگر مال دار قربانی کے دن گزرنے سے پہلے سفر پر چلا گیا اور باقی وقت سفر میں گزر رہا تو اس سے قربانی ساقط ہے۔

**مسئلہ:** جو شخص حج پر گیا اور حساب سے شرعی مسافر بتا ہو تو اس پر قربانی واجب نہیں مثلاً ایک شخص ۲۵ ذی قعده کو مکملہ مکرمہ پہنچا۔ اب چونکہ منی عرفات جانے میں پندرہ دن سے کم ہیں اس لیے یہ شخص مکملہ میں اقامت کی نیت بھی کر لے تب بھی مقیم نہیں مسافر ہی رہے گا۔ اس لیے خواہ یہ شخص حج سے پہلے مدینہ منورہ جائے یا نہ جائے بارہ ذی الحجه تک یہ مسافر رہے گا اور اس پر قربانی واجب نہ ہو گی۔

### قربانی کا وقت

**مسئلہ:** ذوالحجہ کی دسویں تاریخ سے لے کر بارہویں تاریخ کے سورج ڈوبنے سے پہلے تک قربانی کا وقت ہے جس دن قربانی کرے لیکن قربانی کا سب سے بہتر دن دسویں کا ہے پھر گیارہویں تاریخ پھر بارہویں تاریخ۔

**مسئلہ:** دسویں تاریخ کو شہر والوں کے لیے قربانی کا مستحب وقت عید کی نماز اور خطبہ کے بعد ہے جب کہ گاؤں والوں کے لیے کہ جس میں عید کی نمازوں نہیں ہوتی سورج طلوع ہونے کے بعد ہے۔

**مسئلہ:** گاؤں والوں کے لیے دسویں تاریخ کو فجر کی نماز کے بعد بھی قربانی کرنا جائز ہے۔

**مسئلہ:** امام عید کی نماز پڑھا چکا لیکن ابھی خطبہ نہیں پڑھا کہ کسی نے قربانی کردی تو قربانی جائز ہے۔

**مسئلہ:** امام کے نماز پڑھانے کے دوران میں قربانی کی تو قربانی کی نہیں ہوگی۔

**مسئلہ:** امام نے نماز پڑھائی پھر لوگوں نے قربانی کی اس کے بعد پتہ چلا کہ امام کا وضو نہ تھا اور امام نے بلا وضو عید کی نمازوں غلطی سے پڑھادی تھی تو قربانی ہو گئی اعادہ کرنا ضروری نہیں۔

**مسئلہ:** اگر عید کی نماز ہوئی اور پھر لوگوں نے قربانی کی۔ بعد میں بات ظاہر ہوئی کہ وہ دن دسویں کا نہیں نویں ذی الحجه کا ہے اور چاند یکھنے میں غلطی ہو گئی تھی تو اگر باقاعدہ گواہی سے چاند کے ہونے کا اعلان کیا گیا تھا تو نماز اور قربانی دونوں جائز ہیں اعادہ کی ضرورت نہیں۔

**مسئلہ:** دسویں سے بارہویں تک جب جی چاہے قربانی کرے چاہے دن میں چاہے رات میں لیکن رات کو ذبح کرنا مکروہ ترزیہ ہے شاید کوئی رگ نہ کٹے اور اندر ہیرے میں پتہ نہ چلے اور قربانی درست نہ ہو۔

**مسئلہ:** اگر کوئی شہر کا رہنے والا اپنی قربانی کا جانور کسی گاؤں میں بھیج دے تو وہاں اس کی قربانی عید کی نماز سے پہلے بھی درست ہے اگرچہ وہ خود شہر ہی میں موجود ہو۔ ذبح ہو جانے کے بعد اس کو منگوالے اور گوشت کھائے۔

### قربانی کے جانور

**مسئلہ:** بکرا، بکری، بجھیڑ، دنبہ، گائے، بیل، بھینس، بھینسا، اونٹ، اونٹی ان جانوروں کی قربانی درست ہے۔ ان کے علاوہ کسی اور جانور کی قربانی درست نہیں۔

**مسئلہ:** بکری سال بھر سے کم کی درست نہیں۔ جب پورے سال بھر کی ہوتی قربانی درست

ہے۔ اور گائے، بھیس دو برس سے کم کی درست نہیں۔ پورے دو برس کی ہوچکے تب قربانی درست ہے۔ اونٹ پانچ برس سے کم کا درست نہیں ہے۔

**تغییہ:** بکری جب پورے ایک سال کی ہو جاتی ہے اور گائے جب پورے دو سال کی ہو جاتی ہے اور اونٹی جب پورے پانچ سال کی ہو جاتی ہے تو اس کے نچلے جبڑے کے دودھ کے دانتوں میں سے سامنے کے دودانت گر کر دو بڑے دانت نکل آتے ہیں۔ نہ اور مادہ دونوں کا یہی ضابطہ ہے۔ تو وہ دو بڑے دانتوں کی موجودگی جانور کے قربانی کے لائق ہونے کی اہم علامت ہے لیکن اصل یہی ہے کہ جانور اتنی عمر کا ہواں لیے اگر کسی نے خود بکری پالی ہو اور وہ چاند کے اعتبار سے ایک سال کی ہو گئی ہو لیکن اس کے دودانت ابھی نہ نکلے ہوں تو اس کی قربانی درست ہے۔ لیکن محض عام بیچنے والوں کے قول پر کہ یہ جانور پوری عمر کا ہے اعتماد نہیں کر لینا چاہیے اور دانتوں کی مذکورہ علامت کو ضرور دیکھ لینا چاہیے۔

**مسئلہ:** دنبہ یا بھیڑ اگر اتنا موٹا تازہ ہو کہ سال بھر کے جانوروں میں رکھیں تو سال بھر کا معلوم ہوتا ہو تو سال بھر سے کم لیکن چھ ماہ سے زائد عمر کے دنبہ اور بھیڑ کی قربانی بھی درست ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو سال بھر کا ہونا چاہیے۔

**مسئلہ:** جو جانور انداھا یا کانا ہو یا ایک آنکھ کی تھائی روشنی سے زیادہ جاتی رہی ہو تو اس کی قربانی درست نہیں۔

**مسئلہ:** جس جانور کا ایک کان تھائی سے زیادہ کٹ گیا ہو یا دم تھائی سے زیادہ کٹی ہو تو قربانی درست نہیں۔

**مسئلہ:** جو جانور اتنا لنگڑا ہے کہ فقط تین پاؤں سے چلتا ہے چوتھا پاؤں رکھا ہی نہیں جاتا یا چوتھا پاؤں رکھتا ہے لیکن اس سے چل نہیں سکتا اس کی بھی قربانی درست نہیں اور اگر چلتے وقت وہ پاؤں زمین پر نیک کر چلتا ہے اور چلنے میں اس سے سہارا لگتا ہے لیکن لنگڑا کر چلتا ہے تو اس کی قربانی درست ہے۔

**مسئلہ:** اتنا دبلا بالکل مریل جانور جس کی ہڈیوں میں بالکل گودانہ ہواں کی قربانی درست نہیں اور



اگر اتنا دبلانہ ہو تو دبلے ہونے سے کچھ ضرر نہیں۔ اس کی قربانی درست ہے لیکن موٹے تازے جانور کی قربانی کرنا زیادہ بہتر ہے۔

**مسئلہ:** جس جانور کے دانت بالکل نہ ہوں اس کی قربانی درست نہیں اور اگر کچھ دانت گر گئے لیکن جتنے باقی ہیں ان سے اگر وہ چارہ کھا سکتا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔

**مسئلہ:** جس جانور کی پیدائش ہی سے سینگ نہیں ہیں یا سینگ تو تھے لیکن ٹوٹ گئے یا اوپر سے خول اتر گیا تو اس کی قربانی درست ہے۔ البتہ اگر سینگ جڑ سے یعنی دماغ کی ہڈی کے سرے سے ٹوٹ گئے ہوں یا کھڑ گئے ہوں اور چوٹ کا اثر دماغ تک پہنچ گیا ہو تو ایسے جانور کی قربانی درست نہیں۔

**مسئلہ:** رسولی والے جانور کی قربانی درست ہے۔

**مسئلہ:** بکری کا اگر ایک تھن یا اس کا سر اکسی آفت سے جاتا رہا ہو یا پیدائش سے ہی نہ ہو تو اس کی قربانی درست نہیں۔ اونٹی اور گائے کے اگر دو تھن یا ان کے سرے نہ ہوں تو قربانی نہ ہوگی اور اگر صرف ایک نہ ہو تو قربانی ہو جائے گی۔

**مسئلہ:** بکری کے ایک تھن اور گائے یا اونٹی کے دو تھنوں سے دودھ اتنا بند ہو گیا ہو یعنی وہ سوکھ گئے ہوں اور باقی سے دودھ آتا ہو تو اس کی قربانی درست نہیں۔

**مسئلہ:** جلالہ یعنی وہ جانور جو نجاست کھاتا ہو اور اس کی وجہ سے اس کا گوشت بد بودار ہو گیا ہو تو اس حالت میں اس کی قربانی درست نہیں۔

**مسئلہ:** بکری کی زبان نہ ہو مثلاً کٹ گئی ہو تو اس کی قربانی درست ہے اور اگر گائے کی زبان تھائی یا زائد کٹی ہوئی ہو تو اس کی قربانی درست نہیں کیونکہ گائے اپنی زبان سے چارہ لیتی ہے جب کہ بکری اپنے دانتوں سے لیتی ہے۔



فتربانی کے متعلق بنیادی باتیں سیکھنے کا سنبھری موقع

## بَجَعَكَمْ دَارُ التَّقْوَى



# سینیمینار

عنوان

# فتربانی کے فضائل و مسائل

### اہم مفہومات:

\* قربانی کی حقیقت

\* ذبح کے اہم مسائل

\* عشرہ ذی الحجه کے مسائل و فحشائیں

آپ بھی اس کا خیر کا حصہ بن سکتے ہیں اور

آپ بھی اپنے علاقے میں سینیمینار کر دانے کے لیے رابطہ کر سکتے ہیں

**0304-8142341**



+92-3-222-333-224



[www.darultaqwa.org](http://www.darultaqwa.org)



/jamiadarultaqwa



Mufti Online



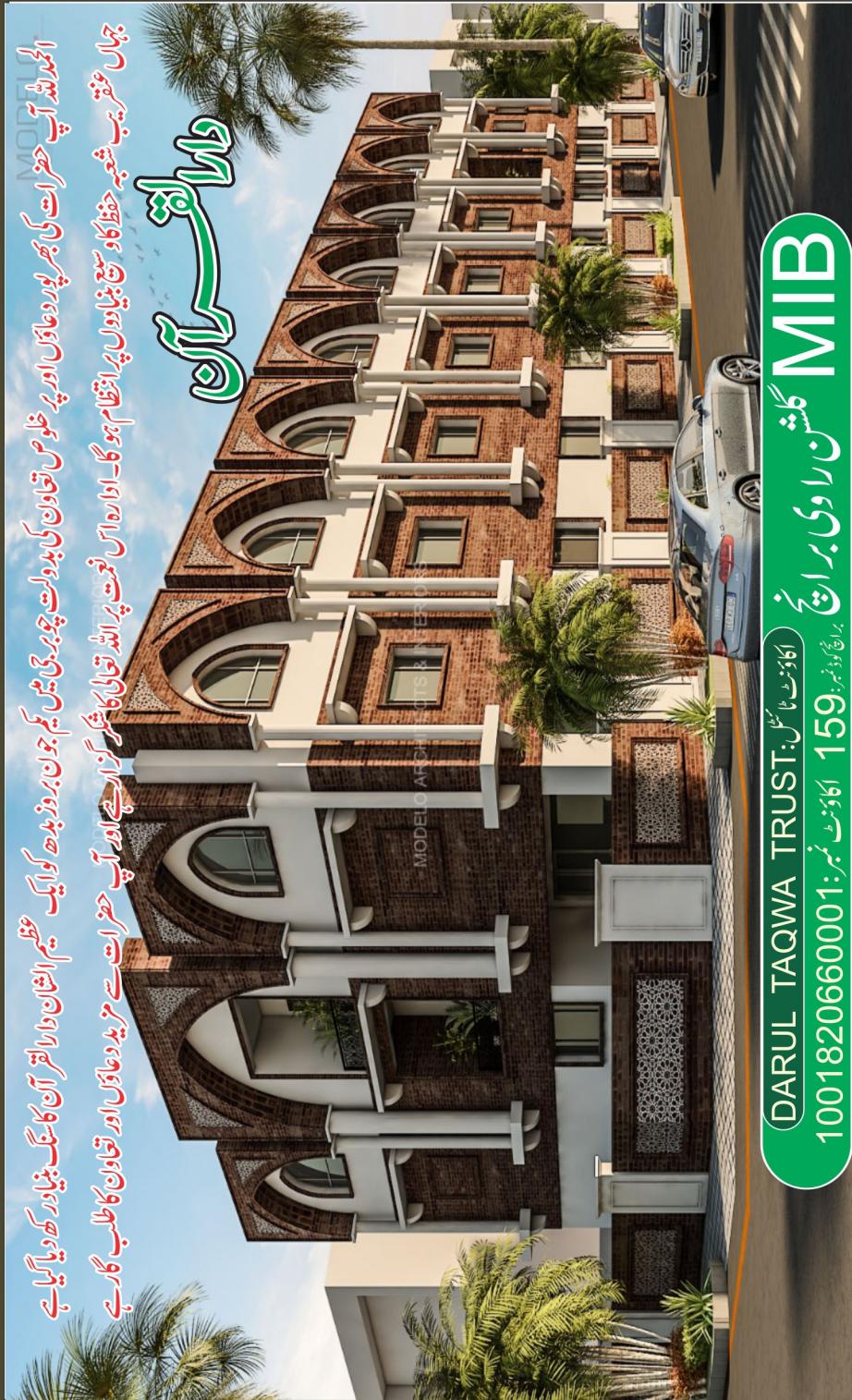
+92-300-4113082



ifta4u@yahoo.com

الحمد لله أَنَّ حَرَاتَ كَيْمَنِ پُورِدِھاں اور پُرِ خُلُسِ تَوَادُّ کی بَولُتْ چُوری میں کِمْ جَوَانِ برَذَبِھَا کَیکِ عَظِيمِ الشَّانِ دَارِ الطَّرَّآنِ کَاسِكَنِ بَنِادِرَ کِدِیاً بِیاً ہے  
جَوَانِ شَفَرِ بَشْرَہِ حَنَدِیَادِ سَعِ بَنِادِیاں پَرِ اَنْقَامِ ہُوَگا۔ اَدَارَہِ اَسِ نَمَتِ پَرِ اللَّهِ تَعَالَیٰ کَشَرَّازِ ہے اُور آپِ حَرَاتَ سَعِ بَنِادِیاں اور تَوَادُّ کَلَبِ گَارِہِ ہے

# دار الطرا



DARUL TAQWA TRUST:  
کاؤنٹ ٹائل: 159  
رائج زونر: 1  
کاؤنٹ نمبر: 1001820660001  
MIB